POSTED ON 2 February 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

● قیمت= Rs 5/

گوشئہ عافیت

مرتل منزل کمپاؤنڈ، دودھ پور، علی گڑھ 202002

آئندہ تعلیمی میقات ۱۰-۲۰۰۹ء میں علی گڑھ کے معیاری اسکولوں میں داخلے کے لئے ایسی مسلم بچیوں کے سرپرستوں سے درخواست طلب کرتا ہے۔ جو :

☆یتیم اور مفلوک الحال ہوں ☆پڑھنے کی خواہش مند ہوں ☆عمر پانچ تا دس برس ہو

ایسی بچیوں کی مکمل معیاری تعلیم و تربیت، لباس و رہائش، خورد و نوش وغیرہ کے مکمل اخراجات کی کفالت، گوشئہ عافیت کے ذمہ ہوگی۔ بچیوں کی نگہداشت کے لئے اسلامی طرز کے مطابق باپردہ تعلیم یافتہ خواتین کا انتظام ہے۔

خواہشمند سرپرست داخلے کے لئے مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء تک "گوشئہ عافیت" مرتل منزل کمپاؤنڈ، دودھ پور، علی گڑھ، کے پتے پر درخواستیں ارسال فرمائیں۔

مزید تفصیلات کیلئے فون نمبر پر بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ امان اللہ خاں (ناظم)

09219403631-09412757393-09358256899

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت
نئی دہلی

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کی بعض اہم کتب کمپیوٹر کتابت، جدید کتابت

خطبات علامہ احسان الٰہی ظہیر جدید	صفحات 576	قیمت -/220
صحابہ وخلفاء راشدین کے بارے میں شیعہ کا موقف	صفحات 208	قیمت -/85
اہل بیت کے بارے میں شیعہ کا موقف	صفحات 120	قیمت -/50
شیعہ مذہب کی حقیقت	صفحات 120	قیمت -/50
قرآن کے بارے میں شیعہ کا موقف	صفحات 80	قیمت -/45
سفرنامہ حجاز و عراق	صفحات 96	قیمت -/50
تحفۂ علامہ ظہیر	صفحات 80	قیمت -/50

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan MarketDhobia Imli Road
Sadar Chowk MaunathBhanjan (U.P.)275101
Ph: 0547-2222013 (S) 2520197 (R) Mob.9889123129/9236761926

پہلی منزل ریحان مارکیٹ، صدر چوک، مئوناتھ بھنجن، مئو (یوپی) ۲۷۵۱۰۱

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۱۲ ● ۴ر فروری ۲۰۰۹ء ● 4 Feb. 2009 ● بدھ ● ۸ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ ● قیمت= Rs.5/ ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ر ریال ● Posting: 2 Feb. 2009 Monday

مسلمانوں کیخلاف نفرت پھیلا کرکس کو فائدہ پہنچایا جارہا ہے؟

بھارت میں مسلمانوں کے خلاف ایک طویل زمانہ سے جاری نفرت انگیز پروپیگنڈے نے ایسا ماحول بنادیا ہے کہ پولیس حکومت اور فسطائی لیڈران کے خلاف کچھ بھی کہہ دیں نہ صرف اکثریتی طبقہ کی مسلم دشمن ہندوتووادی طاقتیں، عام ہندو، ان کے ساتھ ہمدردی اور نرم رویہ کا جذبہ رکھنے والے لوگ بلکہ بہت سے مسلمان بھی اس کہانی پر آنکھیں بند کرکے یقین کرلیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ سرکار اور ہندوتووادیوں کے تئیں تملق وچاپلوسی کو مقصد حیات تصور کرنے والے مسلم لیڈر اور دانشور اکھل بھارتیہ مسلم یووا آتنک ورودھی سمیتی بنارہے ہیں اور برسراقتدار طبقہ کو خوش کرنے اور اس سے ناجائز مفادات کے حصول کی کوششیں کی جارہی ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جارہا ہے تو کہیں دہشت گردی مخالف کانفرنسیں کی جارہی ہیں اور دہشت گردانہ کارروائی کو سرپھرے اور گمراہ مسلمانوں کی احمقانہ کارستانی قرار دیتے ہوئے فتوے جاری کئے جارہے ہیں۔ یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ یہ نام نہاد لیڈر اور دانشور کبھی عقل کے ناخن لیں گے یا نہیں اور کب تک مسلمانوں کو لعن طعن کرکے مسلم دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرتے رہیں گے اگر مسلمانوں میں اس طرح کے ایمان فروش اور بے ضمیر کالی بھیڑیں نہ ہوتیں تو مسلمانوں کا یہ حشر ہی کیوں ہوتا تاہم یہ معاملہ پہلی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ نیشنل پریس نے نوئیڈا میں دو مسلم نوجوانوں کو دہشت گرد قرار دے کر فرضی مڈبھیڑ میں مار ڈالا تو نیشنل پریس چیخ پڑا اور اس قدر سوالات کھڑے کردیئے کہ خود پولیس اور اترپردیش اے ٹی ایس مجرموں کے کٹہرے میں کھڑی ہوتی نظر آنے لگی۔ بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر یا دوسرا کوئی نام نہاد دہشت گردانہ حملہ مسلمان چیختے چلاتے رہے ہیں کہ یہ بے بنیاد الزام ہے یہ فرضی مڈبھیڑ ہے یہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کی گھناؤنی منصوبہ بند سازش ہے یہ پولیس کے ظلم وزیادتی کا ایک اور مظاہرہ ہے لیکن میڈیا دنیا کو باور کراکر ہی دم لیتا رہا ہے کہ مسلم دہشت گرد مارے گئے ہیں ملک کے خلاف بہت بڑی تباہ کن سازش ناکام بنادی گئی ہے۔ ملک کے دشمنوں کو مار گرایا گیا ہے۔ پولیس کے جوانوں نے دشمن کی چال کو ناکام کرنے میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے۔ میڈیا الیکٹرانک ہو یا پرنٹ سب ایک ہی سر میں ایک ہی راگ الاپتے رہے ہیں۔

زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے احتجاج کو ایک چھوٹی سی خبر کی شکل میں جگہ دیتے رہے ہیں لیکن ۲۶ر جنوری کی رات میں یعنی یوم جمہوریہ کی تقریبات سے عین قبل جن دو مسلمانوں کو مار ڈالا گیا ہے اس مڈبھیڑ کے درست اور قابل اعتماد بھروسہ ہونے پر دہلی سے شائع ہونے والے انگریزی اور ہندی اخبارات نے زبردست سوالات قائم کئے ہیں اور پولیس کے دعووں کو پوری طرح بے بنیاد، جھوٹا، ناقابل یقین اور ناقابل فہم قرار دے دیا ہے۔

ہر سال فرض ہونے والی زکوٰۃ کی پرواہ کرتے ہوئے اور حصول دولت میں جائز ناجائز اور حلال وحرام طریقوں سے قطع نظر کرکے پکنک کی طرح سعودی عرب جاکر حاجی صاحب کا خطاب حاصل کرنے والے خود کو پولیس کی گرفت سے بچانے کی کوشش میں اس کی تعریف وتحسین کرنے والے مسلمانوں سے ظاہر ہے اس سے مختلف توقع نہیں کی جاسکتی تاہم نیشنل میڈیا نے اس بار فوری طور پر حق پسندی کا مظاہرہ کردیا ہے جہاں نوئیڈا کی کچھ جیبی قسم کی تنظیموں کے خود ساختہ ذمہ داروں نے پولیس افسران سے مل کر ان دونوں مسلم نوجوانوں کی لاشوں کو بھارت میں کہیں بھی دفن کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے ان کو دہشت گرد قرار دیا ہے ان کو "دیش دروہی" قرار دے کر نوئیڈا کے کسی بھی قبرستان میں دفنانے نہ دینے کا اعلان کیا ہے اور ان کے کفن دفن کی بات تو دور ان کی لاشوں کو چیل کووں کو کھانے کے لئے چھوڑ دینے کے "فتوے" دیئے ہیں۔

میل ٹوڈے نے لکھا ہے "جہاں نوئیڈا کے ایس پی سٹی اے کے ترپاٹھی نے دعویٰ کیا کہ ہم نے دہشت گردوں کے قبضہ سے کچھ دستاویز برآمد کی ہیں۔ معاملہ انتہائی سنگین ہے کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے۔ تمام شواہد جمع کئے جارہے ہیں۔" میرٹھ کے آئی جی گربچن لال نے فوری طور پر دعویٰ کیا "پولیس نے صرف ایک پاکستانی پاسپورٹ مرنے والے فاروق سے اور ایک دہلی اسکول کی دسویں جماعت کا شناختی کارڈ برآمد کیا ہے۔" بعد میں پولیس کے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ڈائری بھی برآمد کی گئی ہے۔ اے ٹی ایس اور اترپردیش پولیس نے تقریباً ڈیڑھ کلو آر ڈی ایکس برآمد کرنے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ لیکن ابھی تک دھماکہ خیز مادہ کی تباہ کن طاقت کا انکشاف نہیں کیا گیا ہے۔ نہ ہی یہ چیزیں میڈیا کو دکھائی گئی ہیں۔ اخبار کا کہنا ہے کہ پولیس نے واقعات کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے اٹھنے والے ناقابل جواب سوالات نے اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا کردی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ انتہا پسند کہاں سے آرہے تھے؟ وہ غازی آباد میں کم ازکم دس چیک پوسٹوں سے کیسے بچ کر نکل گئے؟ ان کے بارے میں غازی آباد پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟ وہ اپنی منزل دہلی کی طرف کیوں نہیں بھاگے؟ وہ گریٹر نوئیڈا یا جھجاری کی طرف کیوں نہیں بھاگے؟ سیکٹر ۳۹ کی پولیس نے اسٹیشن کے لوگوں نے انہیں کیسے جانے دیا؟ انہوں نے سروس روڈ کی بجائے زیادہ کھلی یعنی جس روڈ پر بغیر روک ٹوک آسانی سے دوڑا جاسکتا ہے نوئیڈا گریٹر ایکسپریس وے اختیار نہیں کی؟ کار پر پولیس فائرنگ کی گولی کا کوئی نشانہ کیوں نہیں ہے؟ فائرنگ کے تبادلہ میں صرف ایک پولیس والا ہی کیوں زخمی ہوا؟ پاکستانی پاسپورٹ رکھنے والوں کو اتنی آسانی سے کیوں گھومنے دیا گیا؟ پولیس لال کنواں سے سیکٹر ۹۷ تک ۳۵ کلو میٹر تک انہیں کیوں نہیں روک پائی؟

ہندی روزنامہ ہندوستان کے سنجیو یادو اور جیتندر جیوتی نے پہلے ہی دن لکھا "ایسے سوال ہندوستان (اخبار) کے من میں اتوار کی صبح سے ہی تھے مگر ہم جانچ پڑتال میں مصروف تھے سوموار کو اے ٹی ایس نے نوئیڈا کو دی گئی فرد جرم میں جو باتیں کہی ہیں اور یوپی کے اے ڈی جی برج لال نے اتوار کو جو لکھنؤ میں اخبار نویسوں سے کہا ان سے ہمارے سوالوں کے جواب نہیں ملتے۔ اے ٹی ایس انکاؤنٹر کا جو وقت بتارہی ہے اس وقت کافی کوہرا اور اندھیرا تھا۔ فرد جرم میں راستہ کو نقشہ کے ذریعہ بتایا گیا ہے جب دھند زیادہ تھی اور اے ٹی ایس ٹیم پیچھا کررہی تھی تو اس نے غازی آباد نوئیڈا پولیس کو ناکہ بندی کے لئے کیوں نہیں کہا؟ یہی نہیں جب پولیس کے مطابق مشتبہ افراد کے فون ۳۱ر دسمبر سے سنے جارہے تھے تو انہیں زندہ کیوں نہیں پکڑا؟ برج لال نے دو پاسپورٹوں کی برآمدگی بتائی جب کہ فرد

باقی صفحہ ۸ پر

اسرائیل تباہ ہوسکتا ہے/کارٹر

نیویارک- امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے کہا ہے کہ اگر اسرائیل نے مشرق وسطی میں امن مذاکراتی عمل پر نظرثانی نہیں کی تو اسرائیلی ریاست تباہی سے دوچار ہوسکتی ہے۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ مستقبل قریب میں بیت المقدس میں عربوں کی آبادی یہودیوں سے زیادہ ہوگی۔ مسٹر کارٹر نے کہا کہ ایک ریاستی حل اسرائیل کی تباہی کا پیغام لائے گا۔ مسئلہ فلسطین کا دو ریاستی حل ہی سب سے بہترین متبادل ہے۔

اسلام مخالف بیان پر مقدمہ

ایمسٹرڈیم- ہالینڈ کی ایک عدالت نے دائیں بازو کی فریڈم پارٹی کے لیڈر گیرٹ وائلڈرز پر اسلام مخالف بیانات دینے کے الزام میں مقدمہ چلانے کا حکم دیا ہے۔ مسٹر وائلڈرز نے عدالتی فیصلے کو آزادی اظہار رائے پر ایک حملہ قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ سال مسٹر وائلڈرز نے فتنہ نامی ایک فلم بنائی تھی جس میں اسلام کو پرتشدد مذہب قرار دیا گیا تھا اور قرآن کا موازنہ اڈولف ہٹلر کی خودنوشت سوانح عمری سے کیا گیا تھا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ جمہوری نظام میں شرانگیز بیانات کو اتنی سنجیدگی سے لیا جاتا ہے کہ عوامی مفاد اسی میں سمجھا جاتا ہے اس کے لئے ایک غیر مبہم حد وضع کردی جائے۔

امریکہ اسرائیل سے بڑا مجرم

ریاض- ملیشیاء کے سابق وزیراعظم مہاتر محمد نے اسرائیل کے جنگی جرائم کی تحقیقات کے بارے میں سعودی عرب کے مطالبے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ کو اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کی نسل کشی کی جامع تحقیقات کے لئے جنگی جرائم کا ٹریبونل قائم کرنا چاہئے اور اس کے ذریعہ اسرائیلی لیڈروں کے ساتھ ساتھ سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اور سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کو سزا دینی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل امریکہ کی پشت پناہی کے ذریعہ فلسطینیوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کررہا ہے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی ہورہی ہے ایسے حالات میں امریکہ اسرائیل سے بڑا مجرم ہے۔

اسرائیل اور حماس کی شرطیں

غزہ- یہاں حماس کے ترجمان سامی ابوزہری نے عرب خبررساں ادارے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اسرائیل سے جنگ بندی سے متعلق مصری فارمولہ زیر غور ہے لیکن ہم جنگ بندی کے لئے اسرائیل کے ناجائز شرائط تسلیم نہیں کریں گے۔ بلکہ ہماری کوشش ہے کہ جنگ بندی معاہدے کے ذریعہ اسرائیل کو راہداریاں کھولنے کا پابند بنایا جائے اور غزہ پر مسلط اسرائیل کی معاشی ناکہ بندی مکمل ختم کی جائے۔ دریں اثنا حماس کے مرکزی رہنما ایمن طٰحہٰ نے کہا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ ایک ہفتہ کی جنگ بندی میں پانچ فروری تک توسیع کی گئی ہے تاکہ مستقل جنگ بندی کے کسی حتمی فارمولہ پر اتفاق کیا جاسکے۔ ادھر اسرائیل نے سرحدی راستوں کو کھولنے کو یرغمال اسرائیلی فوجی کی رہائی سے مشروط کردیا ہے جب کہ حماس کا کہنا ہے کہ دو سال قبل مغویہ اسرائیلی فوجی کا موجودہ جنگ بندی سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ مقید فلسطینیوں کی رہائی سے مشروط ہے۔

افغانستان میں صدارتی الیکشن

کابل- افغانستان کے الیکشن کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ ملک میں صدارتی الیکشن ۲۰ر اگست کو کرایا جائے گا۔ ملک کے آئین کے مطابق یہ انتخابات مئی میں ہونے تھے لیکن بگڑتی ہوئی سیکورٹی صورتحال کے باعث ایسا کیا گیا افغانستان کی سیاسی تاریخ میں سربراہ مملکت کو منتخب کرنے کے لئے دوسری مرتبہ انتخابات کرائے جارہے ہیں۔

عالمی اقتصادی فورم میں غزہ پر مباحثہ

ورلڈ اکنامک فورم کا اس سال کا سربراہ اجلاس سوئٹزرلینڈ کے شہر داؤس میں منعقد ہوا، اس اجلاس کے ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس موقع پر غزہ کی صورت حال پر ایک مباحثہ بھی رکھا گیا تھا جس میں مختلف ملکوں کے سربراہوں کو شامل کیا گیا تھا، اس میں حصہ لینے والوں میں ترکی کے سربراہ مملکت (وزیر اعظم) رجب طیب اردغان اور اسرائیلی صدر شمعون پیریز بھی تھے۔ اسٹیج پر اقوام متحدہ کے سربراہ بان کی مون بھی موجود تھے، مباحثہ کے موڈیٹر واشنگٹن پوسٹ کے کالم نگار ڈیوڈ اکناشیس تھے۔ ورلڈ اکنامک فورم کے سربراہ اجلاس میں خالص سیاسی مسئلہ کی شمولیت اور اس پر سربراہان مملکت کے درمیان مباحثہ کرانا اپنے آپ میں ایک نادر واقعہ تھا، واضح رہے کہ ورلڈ اکنامک فورم ایک ایسا فورم ہے جہاں معاشی واقتصادی مامور ہی بالعموم زیر بحث آتے ہیں۔ سیاسی امور اس کے دائرہ عمل سے باہر ہیں اس کے باوجود اس کے اسٹیج سے ایک ایسے مسئلہ پر مباحثہ کا انعقاد اور وہ بھی بعض اہم سربراہان مملکت کے درمیان بہت معنی خیز ہے۔

اس مباحثے کے دوران ترکی کے وزیر اعظم اور اسرائیلی صدر کے درمیان تلخ لہجے میں نوک جھونک ہوئی۔ جس کا پہلے سے اندازہ تھا کہ یہ کوئی غیر متوقع اور تعجب خیز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے اسرائیلی حکومت کے اقدام کا پرزور دفاع کیا اور یہ بتایا کہ اسرائیل نے جو کچھ کیا وہ اپنے دفاع میں کیا کیوں کہ حماس کی طرف سے اسرائیل پر راکٹوں سے حملے کئے جارہے ہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیلی اقدام سے پہلے اسرائیل پر ہزاروں راکٹ داغے گئے۔ جس نے اسرائیلی آبادی کو خوف ودہشت میں مبتلا کردیا تھا، لوگوں کی نیندیں اڑگئی تھیں۔ واضح رہے کہ اس دوران اسرائیلی آبادی کو بنکروں میں منتقل کردیا گیا تھا۔ اسکول بند ہوگئے تھے اور دفاتر کو بھی ہنگامی حالات کے تحت منتقل کردیا گیا تھا، انہوں نے کہا کہ عورتیں اور بچے دہشت زدہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ پناہ گاہوں میں کون سونا پسند کرے گا۔ انہوں نے ترکی وزیر اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا کہ وہ اس کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہ جھوٹ نہیں بول سکتے، بتایا جاتا ہے کہ حاضرین میں نے مسٹر پیریز کی زبردست تائید کی۔

جب ترک وزیر اعظم اپنی بات کہنے کے لئے اٹھے تو انہوں نے کہا کہ غزہ ایک کھلی ہوئی جیل کی مانند ہے، ترک وزیر اعظم نے مزید کہا کہ انہیں سخت افسوس ہے کہ لوگ اسرائیلی مظالم کے باوجود ان کی حمایت وتائید کررہے ہیں۔ انہوں نے شمعون پیریز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے عام لوگوں کو ہلاک کیا ہے، یہ بہت غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں اچھی طرح یاد ہے کہ اسرائیل کے دو وزراء اعظم ایسے گزرے ہیں جنہوں نے یہ کہا تھا کہ مینٹنگ پر بیٹھ کر فلسطین میں داخل ہوئے تو انہیں بڑی مسرت ہوگی۔ انہوں کہا کہ بے قصور افراد کا جس طرح خاتمہ کیا گیا ہے وہ انسانیت سوز واقعہ ہے۔ ابھی ترک وزیر اعظم کی گفتگو جاری ہی تھی کہ موڈریٹر نے مداخلت کی اور اس سے پہلے ترک وزیر اعظم اور اسرائیلی مدد کے درمیان تلخ لہجے میں نوک جھونک ہوگئی۔ اس دوران موڈریٹر نے ترک وزیر اعظم کی بات ختم کرتے ہوئے ڈینر کا اعلان کردیا۔ اس پر ترک وزیر اعظم بھڑک اٹھے اور اسٹیج سے اٹھ کر جانے لگے۔ انہوں نے مباحثہ کا ہی نہیں بلکہ اجلاس کا ہی بائیکاٹ کردیا اور وطن واپس چلے گئے جہاں ان کا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔

ترک وزیر اعظم نے بعد میں بھی اس پر شکایت کی کہ انہیں اپنی پوری بات رکھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ وہ اقوام متحدہ کے سربراہ اور دیگر عالمی لیڈروں کی موجودگی میں وہاں سے اٹھ کر رخصت ہوئے تھے، انہوں نے جاتے ہوئے اپنا احتجاج درج کرایا اور کہا کہ اسرائیلی صدر کو تو اپنا موقف رکھنے کا پورا پورا موقع دیا گیا اور ان کی پوری بات سنی گئی۔ جب کہ انہیں نہ تو اپنا موقف رکھنے کا موقع دیا گیا اور نہ ہی ان کی بات پوری ہونے دی گئی یوں تو ترکی اور اسرائیل کے درمیان تعلقات قائم ہیں مگر جب سے ترکی میں اسلام پسند جماعت برسراقتدار آئی ہے تعلقات میں کئی بار اتار چڑھاؤ آیا ہے اور غزہ کا مسئلہ جب سے اُبھر کر سامنے آیا ہے، اس میں کچھ تلخی بھی آگئی ہے، غزہ کی صورت حال کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب مسلم سربراہ مملکت کا اسرائیل کے کسی بڑے لیڈر سے آمنا سامنا ہوا تھا، اس نوک جھونک کے بعد بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ترک اور اسرائیل کے تعلقات پر اس کا منفی اثر پڑسکتا ہے لیکن دونوں لیڈروں کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے وہ ایسا نہیں چاہتے جہاں اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے یہ کہا کہ اس سے ترک-اسرائیل سفارتی تعلقات متاثر نہیں ہوں گے وہیں ترک وزیر اعظم نے کہا کہ نہ تو اسرائیلی عوام، نہ صدر پیریز اور نہ ہی یہودی عوام کو نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہودیوں سے نفرت دراصل ایک جرم ہے۔

●●

بلا تبصرہ

سیاست اور سیاستدانوں کے تئیں جو نفرت، بیزاری، شک اور بے یقینی عام آدمی میں بھر گئی ہے اس کے لئے یہ خود ہی پوری طرح ذمے دار ہیں۔ ابھی تک عدلیہ اور ذرائع ابلاغ پر پھر بھی عوام کا اعتماد قائم ہے اور انہی کے اعتبار کے سبب ہندوستانی جمہوریت محفوظ ہے۔

اودھیش اوستھی کے مضمون "عام جن کب بنے گا گن تنتر کا بھاگیہ ودھاتا" سے ماخوذ راشٹریہ سہارا، ۲۹ر جنوری ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

منگلور کے واقعہ کا تعاقب

۲۴ر جنوری کو منگلور کے ایک کلب میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر حملے کا جو واقعہ پیش آیا تھا، ملکی اور غیر ملکی میڈیا نے اس کا پیچھا ابھی تک نہیں چھوڑا۔ میڈیا کی رپورٹنگ میں جہاں ایک طرف حملہ آوروں کی مذمت اور متاثرین کے ساتھ ہمدردی ہے وہیں حملہ آوروں کے سرغنے کی صورت گری بھی۔ یہ حملہ سری رام سینے نامی گروپ کے کارکنوں نے کیا تھا جس کا سرغنہ پرمود متالک نام کا شخص ہے جو کبھی بجرنگ دل کا لیڈر ہوا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد میڈیا نے اسے راتوں رات بہت بڑا لیڈر بنادیا ہے۔ درپردہ اسے ریاست کی بی جے پی سرکار کی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے یہ حملہ "بھارتیہ سنسکرتی" کے تحفظ کے لئے کرایا تھا۔ ریاستی وزیراعلیٰ کا کہنا بھی یہی ہے کہ "ریاست میں پب کلچر کو پھلنے پھولنے نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ یہ ودیشی کلچر ہے۔" میڈیا کے جو لوگ حملے کی مذمت کررہے ہیں وہ طالبان کا حوالہ دینا نہیں بھول رہے ہیں۔ رام سینے کے عمل کو طالبانی عمل قرار دے رہے ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بھارت کی خودساختہ اخلاقی پولس نے یہ سب طالبان اور اسلامی کٹرپنتھیوں سے سیکھا ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ پب کلچر اگر غیر ملکی ہے تو اس پر حملوں کا طریقہ بھی غیر ملکی ہے۔

یہ پہلا موقع نہیں ہے

اور یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ فحاشی اور بے حیائی کے مظاہر پر بھگوا بریگیڈ کے حملوں کو طالبانی کلچر سے تعبیر کیا جارہا ہو۔ یہ سراسر بے انصافی ہے اور بددیانتی بھی۔ اس لئے کہ ایسا کہنے والے صحیح صورتحال سے واقفیت کے بغیر کہہ رہے ہیں۔ طالبان ہوں یا دوسرے اسلامی گروپ، فحاشی اور بداخلاقی کے خلاف ضرور ہیں لیکن اس طرح حملے کرکے نہ تو عورتوں کو بے آبرو کرتے ہیں نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسلامی گروپ اس اخلاقی برائی کے خلاف مہمات بھی چلاتے ہیں، مجالس مذاکرات منعقد کرتے ہیں، لٹریچر بانٹتے ہیں لیکن اس طرح کی غیر قانونی اور غیر انسانی حرکات کبھی نہیں کرتے۔ ہاں کہیں کہیں سے زور زبردستی کی خبریں بھی آتی ہیں لیکن اس کے بھی شواہد موجود ہیں کہ کچھ اسلام مخالف گروپ یا حکومتوں کے ایجنٹ اسلام پسندوں کو بدنام کرنے کے لئے یہ کارروائی خود کرتے ہیں۔ مصر، الجزائر، انڈونیشیا اور افغانستان وغیرہ میں یہ عام بات ہے۔ پوری دنیا میں اسلام اور امت مسلمہ کو بدنام کرنے کا ایک حربہ یہ بھی ہے جو دشمنوں کی ایجاد ہے جسے مغربی میڈیا نے فروغ دیا ہے۔ ہندوستانی میڈیا صرف اس کی نقالی کرتا ہے۔

انہیں اس کا حق نہیں ہے

اور جہاں تک اس غیر ملکی کلچر کی مخالفت میں بھگوا حلقوں کے سامنے آنے کا سوال ہے تو سچی بات تو یہ ہے کہ انہیں اس کام کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کلچر کا تعلق سرمایہ دارانہ معاشی نظام اور گلوبلائزیشن سے ہے جس کی سب سے سرگرم حمایتی اس ملک میں بھگوا پارٹیاں ہیں۔ ملک کے بڑے بڑے سرمایہ دار اور صنعت کار انہی پارٹیوں سے وابستہ ہیں۔ یہ غیر ملکی پب کلچر انہی کا درآمد کردہ ہے۔ چند سال قبل ممبئی میں مائیکل جیکسن کا پروگرام شیوسینا نے ان کے تعاون ہی سے کیا تھا۔ بڑے صنعت کاروں اور کاروباریوں کا رول اس ملک کی سیاست میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب وہ نریندر مودی کو وزیراعظم بنانا چاہتے ہیں۔ دوسرا سبب جس کی بنا پر انہیں عورت کی شرم وحیا کے تحفظ کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں پہنچتا، یہ ہے کہ اقلیتوں کے خلاف فسادات برپا کرکے یہ لوگ عورتوں کو بے آبرو اور بے عصمت کرتے ہیں۔ گجرات میں پہلے ۹۳-۱۹۹۲ء میں اور پھر ۲۰۰۲ء میں انہوں نے یہی کیا تھا۔ حال ہی میں اڑیسہ میں بھی یہی کیا اور آزادی کے بعد سے کررہے ہیں۔ ہزاروں واقعات محفوظ ہیں — میڈیا کو عوام کے سامنے یہ حقائق بھی پیش کرنے چاہئیں۔ (پ ر)

امریکہ اور عالم اسلام کی دوریاں ختم کرنیکی ایک کوشش

امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے گزشتہ دنوں اپنی حلف برداری کے بعد پہلی بار باقاعدہ ٹی وی انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مسلم ممالک امریکہ کو اپنا دشمن نہ سمجھیں، امریکی مسلمانوں کے دشمن نہیں ہیں۔ یہ انٹرویو انہوں نے دبئی سے نشر ہونے والے العربیہ ٹی وی کو دیا تھا جس میں عالم اسلام کے ساتھ باہمی مفادات اور وقار پر مبنی شراکت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں اور صورتحال سے نمٹنے کے لئے اس نے جو حکمت عملی اپنائی تھی وہ اچھی نہیں تھی لیکن اب ہم عالم اسلام کے ساتھ باہمی وقار اور مشترکہ مفادات پر مبنی اشتراک شروع کرنے کو تیار ہیں۔ مسٹر اوبامہ نے مذکورہ پیغام کے ساتھ یہ بھی دہائی دی کہ ان کے خاندان والے مسلمان ہیں وہ خود مسلم ممالک میں رہ چکے ہیں لیکن جب مشرق وسطیٰ سے متعلق سوال کیا گیا جو اس وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے تو انہوں نے یہ تو کہا کہ اس پر فوراً توجہ دینے کی ضرورت ہے اسی لئے انہوں نے جارج مشیل کو خطہ میں اپنا خصوصی ایلچی بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ تمام اہم فریقوں سے بات چیت کرسکیں۔ ان کی حکومت نے اس بار ماضی کے برعکس کوئی ہدایت نہیں دی ہے بلکہ مشیل کو یہ کہا ہے کہ وہ لوگوں کی بات سننے پر زیادہ توجہ دیں تاکہ اسی کے مطابق ہم اپنی حکمت عملی تیار کرسکیں۔ تاہم انہوں نے بھی اسرائیل ہی کی حمایت کی اور صرف اتنا کہا کہ قیام امن کے لئے اسے کچھ مشکل فیصلے کرنے ہوں گے اور اس کے لئے ان کی حکومت دباؤ ڈالے گی۔ اس کے لئے انہوں نے کسی نظام الاوقات کا تعین نہیں کیا۔ ایران کے بارے میں ان کا بیان قابل غور ہے کہ اگر وہ اپنے رویہ میں نرمی پیدا کرے تو وہ بھی دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں مسٹر اوبامہ پہلے روز سے ہی مسلم ممالک سے رابطہ قائم کررہے ہیں اور یہ رابطہ فون پر ہورہا ہے لیکن عملی طور پر ابھی تک انہوں نے ایسا کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا ہے یا امریکی خارجہ پالیسی خصوصاً مسلم ممالک کے سلسلہ میں پالیسی میں کوئی ایسی اہم تبدیلی کا اشارہ کیا ہے جس سے یہ تاثر قائم ہوسکے کہ وہ اپنے پیش رو جارج بش سے کچھ الگ کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک انہوں نے صرف تین ایسے اقدامات کئے ہیں جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کا تعلق مسلمان یا مسلم ممالک سے ہے۔ ایک تو انہوں نے دنیا بھر میں امریکہ کی بدنامی کا باعث بننے والی خلیج گوانتانامو کے امریکی حراستی مرکز کو بند کرنے کا صدارتی فرمان جاری کیا ہے۔ اس قید خانہ میں دہشت گردی کے نام پر مسلم ممالک خصوصاً افغانستان سے گرفتار کئے گئے مسلمان ہیں۔ جن کی تعداد پہلے تو بہت تھی لیکن اب صرف ۲۴۵ رہ گئی ہے۔ انہیں نہ تو قانونی حقوق حاصل ہیں اور نہ ہی قید خانہ میں انسانی حقوق سے متعلق ضوابط کا خیال رکھا جاتا ہے۔ دوسرے انہوں نے مشرق وسطیٰ میں جارج مشیل کو اپنا خصوصی ایلچی بنایا ہے اور خطہ کے سب سے پیچیدہ مسئلہ اسرائیل-فلسطین تنازعہ کو حل کرنے کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ مذکورہ انٹرویو میں بھی انہوں نے اس بات کو کافی اہمیت دی اور یہ تاثر دیا کہ وہ خطہ کے مسئلہ کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔

باقی صفحہ پر

ارض مقدس: صہیونی مظالم کی آماجگاہ

ڈاکٹر سید محمد انس ندوی

یہ وہ سرزمین ہے جس کے بابرکت ہونے کی گواہی قرآن پاک نے دی، خاص طور سے اس کا شہر ''بیت المقدس'' یا ''مدینۃ القدس'' تینوں ہی آسمانی مذاہب اسلام، نصرانیت اور یہودیت کے نزدیک قابل احترام اور دینی اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل رہا ہے، کیونکہ یہی وہ شہر ہے جس میں مسلمانوں کے لئے ''مسجد اقصیٰ''، یہودیوں کے لئے ''دیوار گریہ'' اور عیسائیوں کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ''بیت اللحم'' کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ شہر ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے مابین ہمیشہ سے کشمکش کا مرکز بنا رہا ہے۔

بیت المقدس کی تاریخ اسلام سے ماقبل:

بیت المقدس کی تاریخ بہت قدیم ہے، تین ہزار سال قبل یہاں عرب رہائش پذیر تھے۔ اس کا اصل نام ایلیا تھا، جس کا معنی ''پاکیزہ گھر'' ہے۔ اس شہر کا دوسرا معروف نام ''اورشلیم'' ہے۔ کنعانی زبان میں اور کا معنی شہر اور شلیم کا مطلب امن ہے، یعنی یہ امن وسلامتی کا شہر ہے۔ یہ شہر یہود کی آمد سے قبل اسی نام سے جانا جاتا تھا۔ تاریخی اعتبار سے حضرت داؤد علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یہود اس شہر میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ اس علاقے پر بار بار فوج کشی کی گئی اور ایک روایت کے مطابق تقریباً اٹھارہ بار یہ شہر تاخت وتاراج ہوا اور آبادکاری کے مراحل سے گزرا۔ سب سے پہلے اس شہر پر حملہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا اور اس کا پرانا نام اُورشلیم سے بدل کر ''مدینہ داؤد'' رکھا۔ داؤد علیہ السلام نے ہی مسجد اقصیٰ تعمیر کی، اس کی تعمیر مکمل ہونے سے قبل ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ تعمیر کی تکمیل (۱۰۰۷ قبل مسیح) ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی اور ہیکل سلیمانی کے نام سے معروف ہوئی۔ قاضی مجیرالدین الحنبلی کے بقول ''سلیمان علیہ السلام نے تعمیر مکمل ہونے پر فرمایا: ''یہ اللہ کی مسجد ہے، اس میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کا ہے اور یہ کہ داؤد علیہ السلام نے ان سے اس کی تعمیر مکمل کرنے کا عہد لیا تھا''۔

بیت المقدس جن حملوں کا شکار ہوا ان میں فرعونی، سوری، آرامی، آشوری، کلدانی، فارسی، یونانی اور آخر میں رومانی حملے ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے حملے تھے جن کے نتیجے میں بنی اسرائیل کا وجود ہی تقریباً معدوم ہوگیا تھا۔ بخت نصر نے مملکت یہودا پر دو حملے کئے، پہلا حملہ ۵۹۶ قبل مسیح میں کیا اور دوسرا اس کے دس سال بعد کیا۔ اس حملے میں بخت نصر نے ہیکل سلیمانی کو آگ لگا کر زمین بوس کردیا اور چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور اتنی ہی تعداد میں قیدی بنا کر لے گیا۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا: ''بخت نصر نے بنی اسرائیل کو قتل کیا، انہیں غلام بنایا اور توریت کو بھی ساتھ لے گیا، اس کے علاوہ جو مذہبی کتابیں تھیں ایک گڑھے میں ڈال کر نذر آتش کردیں''۔

ایک روایت کے مطابق: ''بخت نصر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی (تخت) جسے جنوں نے ہاتھی کے دانت سے بنایا تھا اور ہیرے، یاقوت وزمرد اور قیمتی موتیوں سے سجایا تھا اسے اٹھا کیے لے گیا، لیکن اس پر جلوہ افروز ہونے پر قادر نہ ہوسکا، لہٰذا اسے بیت المقدس واپس بھیج دیا، لیکن اس کے بعد ہی یہ تختِ سلیمانی اس طرح غائب ہوا کہ کسی کو اس کی خبر نہ لگی۔ ایک روایت کے مطابق اسے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ یہودی ایک عرصے سے ہیکل سلیمانی کی تلاش میں مسجد اقصیٰ کے اردگرد گہری کھدائی کررہے ہیں، عجب نہیں کہ ہیکل سلیمانی کی تلاش کی آڑ میں دراصل انہیں اسی قیمتی تخت کی تلاش ہو، کیونکہ یہودیوں کے نزدیک مادی دنیا کی محبت و اہمیت بہرحال مقدم ہے۔ (تاریخ مدینۃ القدس رمصنف معین الدین احمد محمود)

رومی حملہ بیت المقدس پر آخری حملہ تھا، یہ حملہ بخت نصر کے (کلدانی) حملے سے کہیں زیادہ بدترین تھا، کیونکہ اس حملے نے ایک طرح سے فلسطین سے یہودی وجود کا نام و نشان تک کھرچ کر مٹادیا تھا اور اس وقت سے لے کر بیسویں صدی کے نصف اول تک تقریباً پندرہ سو سال کے طویل ترین عرصے میں یہودیوں کو دوبارہ اس سرزمین پر پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔ بیت المقدس نے سب سے زیادہ بربادی وتباہی نیرون و ٹائٹس (۶۶-۷۰ء) کے عہد میں دیکھی، ٹائٹس بیت المقدس کا پانچ ماہ تک محاصرہ باقی رکھنے کے بعد شہر میں داخل ہوا اور اسے بری طرح تاخت وتاراج کیا، ہیکل سلیمانی میں آگ لگا کر زمین بوس کردیا۔ دس لاکھ سے زیادہ یہودی تہ تیغ کردیئے گئے اور بڑی تعداد میں قیدی بنا لئے گئے، انہیں تفریح طبع کے طور پر آپس میں لڑایا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے پر آمادہ کیا جاتا، پھر بھوکے شیروں کے سامنے ڈال کر محظوظ ہوتے۔ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں لکھا ہے: ''ہیکل سلیمانی میں آگ لگانے کے بعد اس جگہ ہل چلا کر اس کی بنیادوں کے نشانات تک کو مٹادیا گیا، اس حملے میں یہودی مقتولین کی تعداد تین لاکھ تھی، جن میں مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے شامل تھے''۔ اس کے بعد امپر رہاڈرین کے زمانے میں بیت المقدس پر دوبارہ حملہ ہوا اور یہودیوں کو وہاں سے نکال کر ساحل سمندر تک کھدیڑ دیا گیا۔ اس موقع پر بیت المقدس کا نام اورشلیم سے بدل کر پرانا نام ایلیا رکھ دیا گیا۔ اس حملے میں یہودی مقتولین کی تعداد پانچ لاکھ ۸۰ ہزار تھی''۔

۱۳۸ تا ۲۰۰ عیسوی کا عرصہ یہودیوں کے لئے راحت کا عرصہ تھا، اس دوران رومیوں نے یہودیوں سے تعرض نہیں کیا، لہٰذا انہیں دوبارہ فلسطین کے شمال میں رہنے بسنے کا موقع مل گیا۔ اسی زمانے میں یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود تحریر کی گئی، جس میں نسل انسانی میں ذات پات کی تفریق کی گئی اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی محبوب اور منتخب ترین قوم قرار دیا گیا، انہیں ہی دنیا کی حکمرانی کا حق دیا گیا اور بقیہ نسل انسانی کو ان کی خدمت و اطاعت کے لئے بنایا گیا۔ کافی طویل مدت گزرنے کے بعد رومن امپر جسٹین کے عہد (۵۲۷-۵۵۶ عیسوی) میں یہودیوں نے اس شہر کو از سر نو تعمیر کیا اور آباد کیا۔ اس قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو بخوبی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کچھ عرصے کے لئے اس قوم کو اللہ کی طرف سے راحت یا ڈھیل ضرور ملی، لیکن اللہ تعالیٰ کی لعنت وغضب کی مستحق اس قوم کی بدبختی نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخری بار آبادکاری کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ ایران نے کسریٰ پرویز کے زمانے (۶۱۴ء) میں شام پر حملہ کردیا۔ ایرانی آتش پرست اور اللہ کے وجود کے منکر تھے، انھوں نے کوئی مسیحی عبادت خانہ (کنیسا) نہ چھوڑا، سب کو مسمار کردیا۔ یہاں تک کہ مقدس صلیب تک اٹھا کر لے گئے۔ اس حملے میں یہودیوں نے رومیوں سے قدیم وطویل ترین مظالم کا انتقام لینے کی غرض سے ایران کا پورا ساتھ دیا، لیکن یہودیوں کے لئے بھی فتح کی یہ مسرت دیرپا ثابت نہ ہوئی اور چند سال کے بعد ہی (۶۲۸ء) میں دوبارہ رومی ہرقل کی قیادت میں ایرانیوں پر غالب آگئے اور بیت المقدس پھر ان کے تسلط اور ماتحتی میں آگیا۔ رومی بھی اپنی فتح وکامرانی کا جشن چند سال ہی منا پائے تھے کہ فلسطین کی یہ مبارک سرزمین اسلام کے سایۂ عاطفت اور اس کے نظام عدل کی آغوش رحمت میں آگئی، مسلمانوں کو ۶۳۶ء میں معرکہ یرموک میں شاندار فتح نصیب ہوئی اور کسی ایک نفس کا خون بہائے بغیر ۶۳۸ء میں بیت المقدس شہر کی چابیاں امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کے حوالے کردی گئیں۔ (تاریخ مدینۃ القدس رمصنف معین الدین احمد محمود)

بیت المقدس اسلام کے سایۂ عاطفت میں

ایک مسلمان کے نزدیک بیت المقدس کی عظمت اس کا ایمانی تقاضا ہے۔ اس کی فضیلت قرآن واحادیث میں بیان کی گئی ہے۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے بعد یہ تیسرا مقدس ترین شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا اجر وثواب مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو انبیاء ورسل کا مرکز رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کرکے اسی بابرکت شہر کو اپنا مسکن اور دعوتی مرکز بنایا۔ (سورۃ الانبیا، آیت نمبر: ۷۱) یہاں بے شمار انبیاء ورسل کی قبریں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء و معراج کا واقعہ یہیں پیش آیا، اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ اور اس کے آس پاس کے علاقے کو بابرکت قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ''پاک ہے اللہ کی ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی، جس کا اردگرد ہم نے بابرکت بنایا ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھلائیں، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر: ۱)

امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ''ارض محشر ومنشر بتلایا''۔ (مسند الامام احمد بن حنبلؒ)

سن ۱۳ یا ۱۴ ہجری مطابق ۶۳۸ء میں فتح اسلامی کے بعد سے یہ مبارک علاقہ امن وامان، نعمت وخوشحالی کا گہوارہ رہا۔ اسلامی نظام عدل ومساوات کے سایۂ عاطفت میں یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ پوری آزادی اور کامل حقوق کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ ۱۰۹۹ء میں وہ سیاہ دن آن پہنچا جب صلیبیوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں سے ظلماً چھین لیا اور ایک ہفتہ تک مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھا۔ مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ میں پناہ لی، مسجد کے اندر قتل ہونے والے مسلمان پناہ گزینوں کی تعداد ۷۰ ہزار تھی۔ مسجد قبہ صخرہ سے چالیس چاندی کی قندیلیں اتار لی گئیں، ہر ایک کا وزن تقریباً بیس کلو تھا، اس کے علاوہ جو بھی دونوں مسجدوں (مسجد اقصیٰ اور مسجد قبہ صخرہ) سے قیمتی ساز وسامان ملا، لوٹ لیا گیا اور مسجد صخرہ کو سوروں کا باڑہ اور مسجد اقصیٰ کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا گیا۔ (تاریخ مدینۃ القدس)

بیت المقدس پر صلیبیوں کا تقریباً ایک صدی تک جابرانہ تسلط قائم رہا، ۱۱۸۷ء میں صلیبی جنگیں ہوئیں، اس میں مسلمانوں کا مقابلہ برطانیہ، جرمنی، فرانس سے بیک وقت تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کے مرد مجاہد صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں معرکہ حطین میں شاندار فتح عطا فرمائی۔ اس جنگ میں تیس ہزار مسیحی تہ تیغ ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے۔ صلاح الدین ایوبی ۳؍اکتوبر ۱۱۸۷ء کو بیت المقدس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اتفاق سے وہ دن اسلامی تاریخی یادگار اسراء ومعراج کے واقعے کا دن تھا، مسلمانوں میں بے پناہ جوش و خروش تھا۔ اللہ کی جانب سے اس شاندار فتح و کامرانی سے ان کے دل تشکر واطمینان کے جذبے سے لبریز تھے۔ صلیبی جب غالب آئے تھے تو ۷۰ ہزار مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ میں قتل کیا تھا اور پورے شہر میں مسلمانوں کا ایک ہفتے تک قتل عام برپا رہا، لیکن جب صلاح الدین ایوبی فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوئے تو ان سارے غیر عرب کو جو صلیبی جنگوں سے قبل آکر بس گئے تھے، اس شہر سے نکل جانے کا موقع دیا۔ اس کے لئے چالیس دن کی مہلت دی اور عام اجازت دی کہ جو جتنا اپنا مال ومتاع لے جانا چاہے لے جائے، البتہ ہر ایک مرد اپنی طرف سے دس دینار، عورت کی طرف سے پانچ دینار اور بچوں کی طرف سے دو دینار ادا کرے۔ جتنے مسیحی عرب اور وہاں کے اصل باشندے تھے انہیں ان کے مکانوں میں امن وامان کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔ (حیاۃ صلاح الدین الایوبی رمصنف: عبداللہ ناصح علوان)

بیت المقدس پر یہودی قبضہ:

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافتِ عثمانیہ کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کے تابع تمام علاقے دھیرے دھیرے اس کے تسلط سے نکلتے گئے، برطانیہ نے ۱۹۱۷ء میں جنرل ایڈمنڈ لنبی کو فلسطین بھیجا، اس نے بیت المقدس پر تین لگاتار حملے کئے اور انجام کار فلسطین برٹش کنٹرول میں آگیا۔ جو بعد میں ۱۹۴۸ء میں یہودیوں کے قبضے میں دے دیا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں اسرائیل نے باقاعدہ اعلان کے ذریعے بیت المقدس کے مغربی حصے کو اسرائیل کا دارالسلطنت قرار دیا۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے عربوں سے جنگ کے نتیجے میں پورے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا، ساتھ ہی مسجد اقصیٰ اور مسجد قبۃ الصخرہ دونوں ہی پر یہودی تسلط اور قبضہ ہوگیا۔ ۱۹۸۰ء میں اسرائیل نے اعلان کیا کہ بیت المقدس سیاسی طور سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسرائیل کا دارالسلطنت بنادیا گیا ہے۔

فلسطین پر برطانوی قبضے کے دوران جو تقریباً پچیس برسوں پر مشتمل ہے، برطانیہ کی پوری حمایت اور تائید کے بل بوتے پر یہودیوں نے فلسطین کی زمین خریدنی شروع کی تھی۔ اس کے باوجود یہودیوں کی ملکیت ارض فلسطین پر چار فیصد سے زیادہ نہ بڑھ سکی، جبکہ عربوں کی ملکیت کم از کم ۹۰ فیصد تھی۔ اسی طرح یہودیوں کی آبادی فلسطین میں دس فیصد اور عربوں کی ۷۵ فیصد رہی۔

۱۹۹۴ء میں عرب باشندوں کی تعداد ۲۶ فیصد رہ گئی جبکہ یہودیوں کی تعداد ۷۴ فیصد تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد سے اب ۲۰۰۹ء تک یہ نسبت کیا ہوچکی ہوگی، قارئین اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت یہودی ۸۰ فیصد، فلسطینی اٹھارہ فیصد اور مسیحی آبادی دو فیصد ہے۔ نسبت کا یہ زبردست فرق یوں ہی اچانک نہیں ہوا، اس کے لئے لگاتار ایسے اسباب وعوامل پیدا کئے جاتے رہے ہیں جن کے نتیجے میں اس کے اصل باشندوں کا وجود معدوم ہوتا رہا ہے اور ان کی جگہ دنیا بھر سے یہودیوں کے قافلے کے قافلے آکر فلسطین میں بستے رہے، ان اسباب کا مختصراً تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۹۶۷ء کی شکست کے بعد مسجد اقصیٰ کے اردگرد مشرقی ومغربی محلے میں عربوں کے مکانات مسمار کردیئے گئے اور ۶۰۰ سے زائد عربوں کو ان کے مکانات سے بے دخل کردیا گیا۔ مکانات کی مسماری کے نتیجے میں کم از کم ۵۶۰۰ عربوں کو ترک مکانی کرنی پڑی اور ان کی جگہ ۲۳۰۰ یہودی لاکر بسادیئے گئے۔

۱۹۸۰ء میں بیت المقدس میں عربوں کی (۴۴۰۰) ایکڑ زمین ضبط کی گئی اور ان پر یہودی بستیاں تعمیر کی گئیں۔

۱۹۹۵ء میں مزید ۱۳۰۴۰ ایکڑ زمین سرکاری دفاتر اور عوامی سہولتیں قائم کرنے کے لئے خالی کرائی گئی۔ بیت المقدس کے مضافات میں تقریباً ۳۲۳ دیہی بستیاں پوری طرح برباد کردی گئیں اور عربوں کو وہاں سے نقل مکانی کرنی پڑی۔

۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء کے عرصے میں بیت المقدس میں ۱۸۰۰۰ نئے مکانات یہودیوں کے لئے تعمیر کئے گئے۔

اسرائیلی حکومت نے ۱۹۵۰ء میں قانون پاس کیا کہ جو مالک مکان اپنے مکان میں نہیں رہتا اس کا مکان بحق حکومت ضبط کرلیا جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ پناہ کے لئے فلسطین سے باہر کہیں چلے گئے ہیں انہیں دوبارہ واپس آکر اپنی ملکیت کے دعوے کا حق نہ ہوگا۔ یاد رہے کہ اسرائیلی ظلم وسفاکیت کے نتیجے میں بیت المقدس سے نقل مکانی کرنے والے عربوں کی تعداد اس وقت ۷۰۰۰۰ تک پہنچ چکی تھی، وہ سب اپنی ملکیت اور واپسی کے حق سے محروم کردیئے گئے اور ان کی جگہ پر دنیا بھر سے یہودیوں نے آکر بسنا شروع کیا۔

☆ ۳۱؍مئی ۱۹۸۰ء کو اعلان کیا گیا کہ پورا بیت المقدس اسرائیل کا دارالسلطنت ہے، یہی اس کے صدر کی جائے رہائش ہوگی۔ ساری وزارتیں، سارے اہم سرکاری دفاتر اور عدالت عالیہ کا مرکز ہوگا۔

☆ پرانی آبادی کو دربدر کرنے، ان کے مکانات کو منہدم کرنے اور ان کی جگہ نئے مکانات کی تعمیر اور یہودی نو آبادی کا سلسلہ پوری تندہی کے ساتھ صرف بیت المقدس ہی نہیں بلکہ پورے فلسطین میں مسلسل جاری ہے۔ اس کا مقصد پوری طرح مسجد اقصیٰ کو منہدم کرکے اس پر ہیکل سلیمانی کا قیام ہے، جس کے لئے پوری تیاری ہوچکی ہے، ہیکل سلیمانی کا ماڈل تیار کرکے اسرائیلی بازاروں میں بیچا جاتا ہے، اس کے پیچھے خاص مقصد رائے عامہ ہموار کرنا اور ہیکل کی تعمیر کے لئے عوام سے مالی تعاون حاصل کرنا ہے۔

☆ ہیکل سلیمانی کے لئے ۴۲ کلو خالص سونے کا فانوس تیار کیا جاچکا ہے، اس کا خرچ تنہا ایک یہودی تاجر ''قادیم بینوفیتس'' نے اٹھایا ہے۔

☆ ہیکل سلیمانی میں استعمال ہونے والے پتھر کے کھمبے، محرابیں اور دوسرے اہم تعمیراتی اجزاء تراشے جاچکے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

☆ اب تک ۹۰ فیصد فلسطینیوں کو اپنے مکانوں سے بے گھر کرکے پناہ گزینی کی زندگی گزارنے پر مجبور کردیا گیا ہے۔

☆ اس وقت فلسطینیوں کی تعداد مغربی پٹی میں پچیس لاکھ، غزہ میں پندرہ لاکھ اور بیت المقدس کے شمالی علاقے میں تقریباً ۲۳۷۲۰۰ ہے۔

☆ اسرائیلی ظلم وسفاکی کا شکار اس سرزمین پر صرف فلسطینی مسلمان ہی نہیں ہیں، اس ظلم کا شکار ان کے حیوانات، کھیت و باغات، اشجار واحجار بھی ہیں۔ بڑی تعداد میں جہاں جہاں بھی موقع ملتا ہے، انسانوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں، گائے بیل اور مرغیوں و پرندوں تک کو موت کی نیند سلادیا جاتا ہے اور فلسطینیوں کے مکانات کے ساتھ ساتھ کھیت و باغات میں بھی آگ لگادی جاتی ہے تاکہ اس جگہ سے نقل مکانی پر مجبور ہوجائیں اور اس جگہ نئی یہودی آبادی کی تعمیر شروع کی جاسکے۔

فلسطین کی آزادی اور مسجد اقصیٰ کی بازیابی:

ارض فلسطین پر یہود کے قبضے کی بنیاد ان کا دینی وتاریخی دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس مقدس زمین کا وعدہ کیا ہے۔ وہ اس مبارک زمین سے اپنے دینی، روحانی اور نسبی ربط وتعلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا قرآن کریم اور احادیث نبویؐ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ اعتقاد ہے کہ یقیناً اس قوم نے جب توحید ورسالت کی دعوت کا جھنڈا بلند کیا تو اللہ تعالیٰ کی اس قوم پر خاص عنایات رہی ہیں۔ یہ قوم بہت ساری نعمتوں سے سرفراز کی گئی، لیکن انہی کی بدبختیوں کے نتیجے میں ان سے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانیاں بھی سرزد ہوئیں، بلکہ انبیاء ورسل کے قتل کے مجرم بنے، دین میں تحریف وتبدل کیا اور فساد فی الارض کے مرتکب بنے اور اللہ کے غضب ولعنت کے مستحق ٹھہرے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں اور امت مسلمہ توحید ورسالت کی علمبرداری کی حقیقی وارث قرار پائی۔ یہ امت اسی اسلام کی دعوت لے کر اٹھی جس کی تبلیغ واشاعت کے لئے سارے انبیاء ورسل کی بعثت ہوئی۔ دراصل بعثتِ محمدی حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ ویعقوب وموسیٰ وداؤد وسلیمان و عیسیٰ علیہم السلام ہی کی آخری کڑی ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ ہی اس سرزمین کی اصل وارث ہے اور وہی اس کی اصل حقدار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''امامت وقیادت کے حق داران کی نسل وذریت میں ظالم لوگ قطعاً نہ ہوں گے'' بلکہ اس کے حق دار تو صرف وہی ہوں گے جو اس منہج ربانی کے ماننے والے ہوں گے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء ورسل کی بعثت فرمائی۔

تاریخی اعتبار سے غور کیا جائے تو ارض فلسطین کے کچھ حصے پر یہودیوں کی حکومت پچھلے ۴۵۰۰ سال کے دوران مجموعی اعتبار سے جتنی مدت کے لئے قائم ہوئی وہ بمشکل چار فیصد سے زیادہ نہیں پہنچتی۔ جبکہ مسلمانوں کی حکمرانی اس خطۂ ارض پر تقریباً تیرہ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ اس وقت فلسطین پر قابض ۸۰ فیصد یہودیوں کا تعلق اس سرزمین سے نہ تاریخی ہے اور نہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے نسبی ہی ہے۔ یہودی مصنف اور محقق آرتھر کوسلر (A.Koestler) اپنی مشہور کتاب (تیرہواں قبیلہ: خزار حکومت و وراثت) میں لکھتا ہے:

''اسرائیل میں عصر حاضر میں موجود یہودیوں کی اکثریت کا تعلق قبیلہ خزار'' سے ہے، جن کا اصل سررشتہ تاتاری قبائل سے ملتا ہے جن کا مسکن روس کے جنوب میں قفقاز کا علاقہ تھا، یہ پورا قبیلہ اپنے حکمراں (بولان) کے ہمراہ ۷۴۰ء میں یہودی ہوگیا تھا، پھر جب ان کی حکومت وہاں باقی نہ رہی تو یہ منتشر ہوگئے اور روس اور مشرقی یورپی ممالک میں جابسے۔ یہ یہودی ''اشکناز'' کے نام سے جانے جاتے ہیں، اگر یہ اپنے وطن اصلی میں بسنا چاہتے تھے تو انہیں اس روسی علاقے میں جاکر بسنا چاہئے تھا جہاں سے ان کا اصلی تعلق تھا''۔

قوموں کی آزمائشوں کی تاریخیں طویل ہوتی ہیں، عہد فاروقی ۶۳۸ء سے ۲۰۰۸ء تک مجموعی طور سے ۱۳۷۰ سال بنتے ہیں، اس طویل ترین مدت میں صلیبی قبضہ ۸۸ سال اور ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک ۶۰ سالہ یہودی قبضے کی مدت حذف کی جائے تو ارض فلسطین، بیت المقدس و مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کی حکمرانی کی مدت ۱۲۲۲ سال بنتی ہے۔ اس خطۂ ارض پر جتنا مسلمانوں کا حق ہے کسی اور کا نہیں۔ اور ایک دن انشاء اللہ ضرور آئے گا کہ فلسطینی مسلمانوں کی آزمائش کا دور ختم ہوگا اور انہیں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوگی۔ یہود کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ دین وعقیدے کی جنگ ہے۔ ایک طرف دین حق کے ماننے والے اور اللہ کے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانے والے ہیں، دوسری طرف تحریف شدہ دین باطل پر عمل پیرا اور انبیاء ورسل کے قاتلین ہیں۔ معرکہ طویل ترین اور پرازمشقت ضرور ہے مگر فتح وکامرانی انشاء اللہ حق ہی کی ہوگی۔ یہ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس امت کے لئے وعدہ وبشارت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت سے قبل یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین فیصلہ کن جنگ ہوگی، اس میں یہودی قتل کئے جائیں گے، یہاں تک کہ اگر کوئی یہودی شجر وحجر کے پیچھے اپنی جان بچانے کے لئے چھپے گا تو شجر وحجر پکاریں گے: اے مسلم، اے عبداللہ! میرے پیچھے یہ یہودی چھپا ہوا ہے، آ، اور اسے قتل کر، سوائے غرقد کے درخت کے کہ وہ یہودی درخت ہوگا''۔ (رواہ مسلم)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا: اس سرزمین پر تم رہو، بسو، ہاں جب آخرت کا وعدہ قریب آئے گا، ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر اس جگہ لے آئیں گے''۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر: ۱۰۴)

فلسطین میں ساری دنیا سے یہودیوں کا یہ اجتماع دراصل اللہ تعالیٰ کے اسی وعدے کے پورا ہونے کی عملی ابتداء ہے۔ جب ساری دنیا کے یہودی اس ارضِ موعود میں اکٹھے ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسنا شروع ہوجائے گا اور پھر بچے کھچے یہودی دنیا میں اس طرح تتر بتر ہوجائیں گے کہ دوبارہ ان کا وجود کرۂ ارضی کے کسی حصے پر قائم نہ ہوسکے گا۔

اسرائیل کی سابق وزیر اعظم گولڈا میئر نے بیت المقدس سے غرقد کے درخت کے علاوہ سارے درختوں کو کاٹ پھینکنے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ بتائی کہ ''یہی وہ درخت ہے جو ہمارا مددگار ہوگا'' لوگوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ پر یقین رکھتی ہیں اور یہ کہ مسلمان غالب آئیں گے؟ کہا: ''ہاں، مگر وہ دن بہت دور ہے''۔ یہ پوچھنے پر کہ وہ دن کب آئے گا؟ کہا ''جب مسلمانوں کی تعداد فجر کی نماز میں اتنی ہونے لگے گی جتنی اس وقت جمعہ کی نماز میں ہوتی ہے''۔ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کا وعدہ مشروط ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ''کمزور مت پڑو، غمزدہ مت ہو، تم ہی کو برتری حاصل ہوگی، اگر تم سچے مومن بن جاؤ''۔ مسلمان جب تک مومن کامل نہیں بنیں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اس کے لئے اخلاص، اس کی ذات پر کامل یقین وتوکل نہ ہوگا اور ان کی صفوں میں اتحاد قائم نہ ہوگا اور آزادیٔ فلسطین کے ماوراء جذبہ قومی وعربی حمیت سے بلند ہوکر خالص ایمانی حمیت و غیرت نہ ہوگی۔ اس وقت تک نصرت الٰہی و تائید ربانی سے محرومی باقی رہے گی۔ ''اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جسے خود اپنی حالت بدلنے کی فکر نہ ہو''۔

●●

بیت المقدس جن حملوں کا شکار ہوا ان میں فرعونی، سوری، آرامی، آشوری، کلدانی، فارسی، یونانی اور آخر میں رومانی حملے ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے حملے تھے جن کے نتیجے میں بنی اسرائیل کا وجود ہی تقریباً معدوم ہوگیا تھا۔

سن ۱۳ یا ۱۴ ہجری مطابق ۶۳۸ء میں فتح اسلامی کے بعد سے یہ مبارک علاقہ امن وامان، نعمت وخوشحالی کا گہوارہ رہا۔ اسلامی نظام عدل ومساوات کے سایۂ عاطفت میں یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ پوری آزادی اور کامل حقوق کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ ۱۰۹۹ء میں وہ سیاہ دن آن پہنچا جب صلیبیوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں سے ظلماً چھین لیا اور ایک ہفتہ تک مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھا۔ مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ میں پناہ لی، مسجد کے اندر قتل ہونے والے مسلمان پناہ گزینوں کی تعداد ۷۰ ہزار تھی۔ مسجد قبہ صخرہ سے چالیس چاندی کی قندیلیں اتار لی گئیں، ہر ایک کا وزن تقریباً بیس کلو تھا، اس کے علاوہ جو بھی دونوں مسجدوں (مسجد اقصیٰ اور مسجد قبہ صخرہ) سے قیمتی ساز وسامان ملا، لوٹ لیا گیا اور مسجد صخرہ کو سوروں کا باڑہ اور مسجد اقصیٰ کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا گیا۔

تاریخی اعتبار سے غور کیا جائے تو ارض فلسطین کے کچھ حصے پر یہودیوں کی حکومت پچھلے ۴۵۰۰ سال کے دوران مجموعی اعتبار سے جتنی مدت کے لئے قائم ہوئی وہ بمشکل چار فیصد سے زیادہ نہیں پہنچتی۔ جبکہ مسلمانوں کی حکمرانی اس خطۂ ارض پر تقریباً تیرہ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ اس وقت فلسطین پر قابض ۸۰ فیصد یہودیوں کا تعلق اس سرزمین سے نہ تاریخی ہے اور نہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے نسبی ہی ہے۔

بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر کی حقیقت شاید ہی سامنے آئے

حکومت نے آخر کار دہلی پولیس اور بی جے پی کے دباؤ میں جوڈیشیل انکوائری کا مطالبہ مسترد کردیا اور یہ ظاہر کردیا کہ اسے پولیس کے وقار کی تو فکر ہے کروڑوں مسلمان کے جذبات کی نہیں

ایک اطلاع کے مطابق دہلی پولیس، اپوزیشن بی جے پی کے دباؤ میں اور مرکزی حکومت کے لئے کہنے پر دہلی کے لیفٹیننٹ گورنر تیجندر کھنہ نے بٹلہ ہاؤس کے مبینہ انکاؤنٹر کی جوڈیشیل انکوائری نہ کرانے کے فیصلے پر قانونی طور پر اپنی مہر لگادی۔ ۳۱/جنوری کے میل ٹوڈے اور ہندوستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق لیفٹیننٹ گورنر نے جوڈیشیل انکوائری کا حکم صادر کرنے سے انکار کردیا۔ یہ فیصلہ انہوں نے دہلی پولیس کی کرائم برانچ کی ابتدائی رپورٹ کی بنیاد پر کیا۔ اس فیصلے پر حیرت کسی کو شاید ہی ہو کیونکہ ابھی تک اس بابت مرکزی حکومت کے کسی بھی اہلکار کی طرف سے واضح طور پر یقین دہانی نہیں آئی تھی۔ وزیر اعظم منموہن سنگھ تک نے سماجوادی پارٹی کے لیڈر امر سنگھ سے ملاقات کے دوران کسی بھی طرح کی انکوائری کرانے سے صاف صاف انکار کردیا تھا۔ حالانکہ انہوں نے بٹلہ ہاؤس کے بعد ممبئی میں ہوئے راہل راج کے انکاؤنٹر کی انکوائری حکومت مہاراشٹر کے نہ چاہتے ہوئے صرف اس لئے کرائی تھی کہ مارا جانے والا نوجوان ملک کے اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کی مانگ بی جے پی سمیت تمام سیاسی پارٹیاں کررہی تھیں جب کہ بٹلہ ہاؤس میں مارے جانے والے نوجوان عاطف اور ساجد مسلمان تھے۔

مسٹر تیجندر کھنہ کے فیصلے کا اشارہ مرکزی حکومت نے ۲۶/جنوری کو ہی دے دیا تھا جب اس نے ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہوئے بٹلہ ہاؤس کے مبینہ انکاؤنٹر میں مارے جانے والے دہلی پولیس کے اسپیشل سیل کے انسپکٹر موہن چند شرما کو اسی واقعہ پر بہادری کے لئے صدارتی میڈل اشوک چکر دے دیا اور جو کسر رہ گئی تھی وہ لیفٹیننٹ گورنر نے پوری کردی۔ کورٹ میں چاہے مقدمہ کا انجام کچھ بھی ہو۔ مرکزی حکومت نے اپنے طرز عمل اور فیصلوں سے ظاہر کردیا کہ اس نے دہلی پولیس کے کہنے پر یا دباؤ میں بٹلہ ہاؤس کے مبینہ انکاؤنٹر کو صحیح مان لیا اور ملک کے ان کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی اسے کوئی پروا نہیں جو اسے فرضی کہہ رہے ہیں اور حالات وواقعات اور واقعہ پر کھڑے کئے جانے والے سوالات جن کا جواب دہلی پولیس کے پاس نہیں ہے، بھی اسے فرضی بتارہے ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے جوڈیشیل انکوائری کا مطالبہ ۱۹/ستمبر ۲۰۰۸ء ہی سے کیا جارہا ہے جب وہ واقعہ پیش آیا تھا۔ دہلی ہائی کورٹ میں اس معاملہ کو ایک این جی او ایکٹ ناؤ فار ہارمنی اینڈ ڈیموکریسی نے مفاد عامہ کی ایک عرضی کے تحت پہنچادیا۔ جس پر کورٹ نے ۲۲/جنوری کو دہلی پولیس کو نوٹس جاری کرکے پوچھا تھا کہ واقعہ کی جوڈیشیل انکوائری کیوں نہیں کرائی گئی۔ پولیس نے عدالت کو بتایا تھا کہ ابھی اس بابت گورنر نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ گورنر نے سنٹرل فارنسک سائنس لیباریٹری (سی ایف ایس ایل) حیدرآباد کی رپورٹ کی بنیاد پر کیا جس میں کراس فائرنگ کی پولیس کی بات درست قرار دی گئی ہے جب کہ اس حقیقت کا سب سے مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ کراس فائرنگ سامنے سے ہورہی تھی تو موہن چند شرما کو پیچھے سے گولی کس طرح لگ گئی جب کہ ان کے پیچھے پولیس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

ایک سی ایف ایس ایل کی رپورٹ اور دوسرے کرائم برانچ کی انکوائری کو بنیاد بنا کر گورنر نے جوڈیشیل انکوائری کا مطالبہ تو مسترد کردیا اور اس طرح موہن چند شرما کو اشوک چکر دینے کے حکومت کے فیصلے کے لئے اپنی طرف سے جواز پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہ حقائق کی تکذیب نہیں کرسکتے۔ کیا اب ملک کا نظام اس طرح چلے گا کہ پولیس کی ایک برانچ کسی شخص کو مارتی ہے اور دوسری برانچ اس کی انکوائری کو صحیح بتادیتی ہے تو حکومت اسے مان لے گی۔ گورنر اگر یہ فیصلہ کسی تھرڈ ایجنسی یا سی بی آئی کی انکوائری پر کرتے تو کہا جاسکتا تھا کہ وہ صحیح ہیں۔

لیفٹیننٹ گورنر تیجندر کھنہ کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ بٹلہ ہاؤس کا مبینہ انکاؤنٹر جتنے دنوں سے ملک میں زیر بحث ہے، کوئی بھی چیز کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس پر جتنے سوالات کھڑے کئے گئے وہ آج بھی جواب کا انتظار کررہے ہیں۔ سبھی نے یہ بھی دیکھ لیا کہ پولیس خود ہی حقائق کا سامنا کرنے سے کتنا کترا رہی تھی۔ وہ نہ تو ہلاک شدگان کے ورثاء کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دے رہی تھی اور نہ ہی قومی انسانی حقوق کمیشن کی ہدایات پر عمل کررہی تھی۔ اس نے مبینہ انکاؤنٹر کی ایف آئی آر تک درج کرنے سے انکار کردیا۔ حد تو یہ ہے کہ اس نے مبینہ انکاؤنٹر کی جگہ اور قبرستان میں عاطف اور ساجد کی قبروں کی اس وقت تک نگرانی کی جب تک ان کی لاش گل نہ جائے۔ اپنے خلاف انکوائری کو وقار کا مسئلہ بنادیا۔ ملک کے انصاف پسند شہریوں کو پولیس سے انصاف اور غیر جانبداری کی توقع نہیں تھی کیونکہ اس سے وہ خود پھنستی اور سارا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اب تیجندر کھنہ کے فیصلے سے یہ ظاہر ہوگیا کہ معاملہ کی انکوائری میں صرف سابق مرکزی وزیر داخلہ شیوراج پاٹل ہی رکاوٹ نہیں تھے، جنہوں نے اس کی مانیٹرنگ دہلی پولیس کمشنر کے آفس میں بیٹھ کر کی تھی۔ بلکہ دہلی کے لیفٹیننٹ گورنر اور قومی سلامتی کونسل کے مشیر سے وزیر اعظم تک اس کھیل کا حصہ رہے، یہی وجہ ہے کہ ایک بار بھی حکومت کی طرف سے انکوائری کی واضح یقین دہانی نہیں آئی اور اگر کسی وزیر جیسے ارجن سنگھ اور کانگریس کے لیڈران نے ہمت کرکے ایسا کوئی بیان دے دیا تو فوراً ہی اس کی تاویل کردی۔ بہر حال مذکورہ فیصلے سے نہ صرف دہلی پولیس کے اسپیشل سیل کی قلعی کھل گئی بلکہ یہ بھی پتہ چل گیا کہ مبینہ انکاؤنٹر کے کھیل میں بی جے پی کے ساتھ ساتھ مرکزی حکومت بھی شروع سے اب تک شامل ہے اور ہر کوئی اپنے طور پر حقائق کو سامنے آنے سے روک رہا ہے۔ ●●

صہیونی اب خود کو مظلوم کے طور پر پیش کر رہے ہیں

جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام ہولوکاسٹ کا شور مچا کر یورپی صلیبی طاقتوں اور صہیونیوں نے سرزمین عرب میں یہودی مملکت اسرائیل کو قائم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ جرمنی اور اس کا ڈکٹیٹر ہٹلر بھی عیسائی، صلیبی اور یورپی ہی تھا مگر یورپ یا صلیبی عیسائیوں نے اس کو اس جرم کی کوئی سزا دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ وہ مارا گیا تو دوسری عالمی جنگ کے نتیجہ میں مارا گیا نہ کہ یہودیوں کو گیس ٹنکوں میں بھر کر مارنے کے جرم میں۔ یورپ اور عیسائی صلیبیوں نے خود اپنے یہاں یہودیوں کو پناہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ہٹلر کے منصوبہ کو عملی شکل دیتے ہوئے یعنی یہودیوں سے یورپی اور عیسائی ممالک کو خالی اور پاک وصاف کرنے پر زور دیا اور سرزمین عرب میں لے جاکر بسادیا۔ صہیونی یہودیوں نے عربوں کو کمزور دیکھا تو عیسائیوں کی رسی پکڑ کر عظیم تر اسرائیل کے خواب دیکھنے لگے۔

۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں برطانیہ فرانس اور پوری یورپی دنیا کی پشت پناہی ومدد کے طفیل پڑوسی ملکوں کے بڑے بڑے حصوں پر قبضہ کرلینے کے بعد صہیونیوں کے دماغ بلاشبہ بہت زیادہ چڑھ گئے تھے۔ مسلم ممالک اور ان کے حکمراں بے بس اور کمزور تھے۔ وہ برطانیہ کی غلامی سے آزادی حاصل کرلینے کے بعد بھی باہم دست بگریباں ہوکر اور چھوٹی چھوٹی مملکتیں لے کر نیم غلامی کی حیثیت اختیار کئے ہوئے تھے اور اس پر قانع تھے ان کی یہ حالت آج تک جاری ہے لیکن حریت پسند اور غیرت وحمیت کے علمبردار جذبہ خودداری اور ایثار وقربانی کے بل پر آزادی کا پرچم سربلند کرنے کے لئے برابر کوشاں رہے چنانچہ ایک فلسطینی رہنما فیصل حسنی جن کا انتقال اس دہائی کے آغاز میں ہوگیا تھا ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ ختم ہوئی تھی کہ سرحدیں اچانک کھول دی گئیں اور وہ تل ابیب کے دورہ پر نکل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ انہیں ایک اسرائیلی پولیس والے نے روکا تو سوال جواب اور بحث ومباحثہ ہونے لگا۔ اس دوران پولیس والے نے کہا ”ایک معزز صہیونی کی حیثیت سے میں تم سے کہتا ہوں“ اتنا سنتے ہی انہوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پولیس والے نے کہا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ اور جواب میں فیصل حسینی نے کہا تھا ”میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی کو صہیونیت کی بات توہین وتذلیل کے علاوہ کسی دوسری حیثیت سے کرتے نہیں سنا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم صہیونیت پر فخر کرسکتے ہو یا خود کو صہیونی قرار دے کر کوئی عزت حاصل کرسکتے ہو۔“

نیویارک ٹائمز میں یہ واقعہ لکھنے کے بعد اضان برونڈ کہتے ہیں ”میں عرب اسرائیل ٹکراؤ کے سلسلے میں مخالفت وموافقت میں ایک چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ سے لکھ رہا ہوں اور حالیہ دنوں میں بھی غزہ میں اسرائیل کی جنگ کی چار ہفتے تک کوریج کرتا رہا ہوں۔ میرے نزدیک حسینی کی کہانی اس صورتحال کی مظہر ہے کہ کس طرح دونوں فریق دو مختلف زبانیں بولتے ہیں کس طرح وہی الفاظ جن کو دونوں فریق استعمال کرتے ہیں ہر ایک کے لئے الگ مفہوم اور معنی وحیثیت رکھتے ہیں اور کس طرح الفاظ کی جنگ رپورٹر کو پریشان کرتی ہے جو اس ٹکراؤ کو اس انداز میں بیان کرنا چاہتا ہے کہ دونوں فریق اس کو درست تسلیم کرلیں۔“ اس وقت اسرائیل کے یہودیوں کے نزدیک صہیونیت سے زیادہ کسی امر کی کوئی قدر واہمیت نہیں ہے جب کہ مشرق وسطیٰ میں کہیں بھی چلے جایئے صہیونیت کا مطلب ہوتا ہے چور ظالم اور استحصال کرنے والا نسل پرست، اس تصادم میں کسی بھی جگہ۔ تاریخ یا واقعہ کا ذکر مشترکہ مفہوم میں نہیں کیا جاتا۔ غزہ پر اسرائیل کے تین ہفتہ کے بری، بحران اور فضائی حملہ میں جس کا مقصد حماس کو راکٹ داغنے سے روکنا قرار دیا گیا تھا۔ یہ بڑا مشکل امر رہا ہے کہ ایک طرف اس کا ذکر فیشن کے انداز میں کیا جارہا ہے تو دوسری طرف غیر جانبداری کے طور پر۔

اسرائیل کے مخالفین کا احساس ہے کہ غزہ پر یہ جارحیت ایک بار پھر اس امر کا مظاہرہ ہے۔ اسرائیل اسی اسپارٹا کی ایک قسم ہے جو فلسطینیوں کو انسانوں کا درجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اسرائیل نے جس انداز میں حملے کئے جس طرح فورس کا زبردست استعمال کیا اس کی نسل پرستی نقش بر دیوار ہوچکی ہے اور صہیونیت سے اس کے علاوہ کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ خود صہیونی بھی اپنے آپ کو مظلوم ومجبور کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ وہ دنیا کے سامنے دہائی دے رہے ہیں کہ حماس والے ان کا وجود برداشت نہیں کررہے ہیں وہ ان کے ملک کو تسلیم نہیں کررہے ہیں بلکہ اس کو جڑ سے مٹاڈالنے کا اعلان کررہے ہیں۔ وہ مستقل طور پر اسرائیل پر راکٹ داغ رہے ہیں۔ اس کے شہریوں کو مار رہے ہیں انہیں دہشت زدہ کئے ہوئے ہیں وہ بجائے باہم اور امن وآشتی کی راہ اختیار نہیں کررہے ہیں۔ اس وقت صہیونی عملاً جارحیت کی راہ اپنانے کے باوجود امن وسلامتی کی بھیک مانگ رہے ہیں کیونکہ ۲۰۰۶ء میں لبنان کی حزب اللہ اور ۲۷ دسمبر ۲۰۰۸ء سے شروع ہونے والی اس کے ۲۷ روزہ جارحیت میں حماس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ ۱۹۶۷ء کی جنگ نہیں ہے یہ غلام مسلم حکمرانوں کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ عیش پرست حکمرانوں سے نہیں حریت پسند جان ہتھیلی پر لے کر جام شہادت کے لئے سرگرداں مسلمانوں سے لڑائی ہے۔ ●●

بارک اوباما کے لئے سب سے بڑا چیلنج

ثروت جمال اصمعی

نئے امریکی صدر بارک حسین اوباما امریکہ اور دنیا میں مثبت تبدیلیاں لانے کے لئے جس قدر پرعزم ہیں، اس کا اظہار ان کی انتخابی مہم سے لے کر صدارت سنبھالنے کے بعد تک کی تقریر سے بخوبی ہورہا ہے۔ انہوں نے امریکہ ہی نہیں پوری دنیا کے لوگوں کے دلوں میں امید کے چراغ روشن کردیے ہیں۔ ان کا لہجہ ان کے اخلاق کی گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے بحیثیت صدر امریکہ اپنی پہلی تقریر میں امن، آزادی اور انصاف کو دنیا کی تمام قوموں کا حق قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ خدا کے نزدیک سارے انسانوں کے حقوق برابر ہیں۔ بارک اوباما نے اسلامی دنیا کے ساتھ باہمی احترام کی بنیاد پر تعلقات قائم کئے جانے کی ضرورت پر زور دیا اور امریکیوں کو بتایا کہ دنیا بدل گئی ہے اس لئے انہیں بھی بدلنا ہوگا۔ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو خوف کے بجائے امید کا دامن تھام کر آگے بڑھنے کا پیغام دیا۔ اوباما نے اپنی تقریر میں نائن الیون کا کوئی ذکر نہیں کیا مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کے لئے استعمال کی جانے والی بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کی اصطلاحات کا کہیں نام نہیں لیا۔ دہشت گردی کا ذکر ضرور کیا مگر بش ٹولے سے بہت مختلف انداز میں۔ القاعدہ، بن لادن اور طالبان سے ڈرانے کے بجائے انہوں نے افغانستان میں پائیدار امن کے قیام کی بات کی اور اختلافات کو بندوق کے بجائے بات چیت سے طے کرنے کا راستہ اپنانے کا اشارہ دیا۔

یہ ساری باتیں بہت اچھی ہیں اور آنے والے دنوں میں اوباما کی پالیسیاں مزید واضح ہوچکی ہوں گی۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ سب کرنا بہت مشکل ہے اور اگر نئے امریکی صدر کے دل وزبان میں فاصلے نہیں ہیں اور وہ جو کہہ رہے ہیں واقعی وہی کرنا بھی چاہتے ہیں تب بھی یہ بہر حال یقینی ہے کہ اس راستے میں انہیں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ ان عزائم کی تکمیل میں ان کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ اور سب سے بڑا چیلنج کیا ہوگا؟ سابق امریکی حکومت کی روایتی پالیسی کی بنیاد پر یہ بات طے کی جائے تو جواب میں افغانستان، پاکستان، بلکہ براہ راست مسلمانوں اور اسلام کا نام لیا جاسکتا ہے کیونکہ طویل مدت سے امریکی اور مغربی پالیسی ساز اور ان کے آلۂ کار ذرائع ابلاغ مسلم دنیا میں اپنے استحصالی اور استعماری ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے یہ بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام امن کی نہیں دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کا پابند ہر مسلمان خطرناک دہشت گرد ہوسکتا ہے۔ افغانستان اور عراق پر اسی پروپیگنڈے کی آڑ میں حملہ اور قبضہ کیا گیا اور اگر ان ملکوں میں امریکہ کو سخت جان مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑتا تو اب تک کئی دوسرے اسلامی ملک بھی امریکی جارحیت کا نشانہ بن چکے ہوتے۔ مگر حقیقت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کئے جانے والے مغربی قوتوں کے پروپیگنڈے سے بالکل مختلف ہے۔

امریکی پالیسیوں اور پوری دنیا میں مثبت تبدیلیوں کے حوالے سے بارک اوباما کی راہ میں اصل رکاوٹ اور اصل چیلنج کون ہے، یہ جاننے کے لئے غزہ میں مہینوں سے محصور اور بنیادی ضروریات زندگی تک سے محروم بے بس فلسطینی بچوں کے خون سے ہولی کھیلنے اور نہتے لوگوں پر فاسفورس بموں کی صورت میں آگ برسانے والے اسرائیلی وزیر اعظم ایہود والمرٹ کی صدر بش سے وہ ٹیلی فونی بات چیت ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے غزہ میں جنگ بندی کے لئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں زیر غور قرارداد کے حق میں ووٹ دینے سے قبل امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کو روکنے کے لئے صدر بش سے کی تھی۔ جنوری کے دوسرے ہفتے میں ہونے والے اس واقعے کو اس درندہ صفت صہیونی لیڈر نے خود ہی مزے لے لے کر یوں بیان کیا ہے:

"I (Olmert) spoke with him (Bush): told him: You can't vote for this proposal. He said: listen, I don't know, I didn't see, don't know what it says. I told him: I know, and you can't vote for it! He then instructed the secretary of state, and she did not vote for It".

اسرائیلی وزیر اعظم صدر بش سے اپنی بات چیت کی تفصیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”میں نے اس سے بات کی۔ میں نے اسے بتایا کہ تم اس تجویز کے حق میں ووٹ نہیں دے سکتے، اس نے کہا: ’سنو! میں نہیں جانتا، میں نے نہیں دیکھا، نہیں جانتا کہ اس میں کیا کہا گیا ہے، میں نے اسے بتایا: ”میں جانتا ہوں مگر تم اس کے حق میں ووٹ نہیں دے سکتے، تب اس نے وزیر خارجہ کو ہدایت کی اور اس نے ووٹ نہیں دیا۔“ اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نئے امریکی صدر کے لئے اصل چیلنج کیا ہے۔ اوباما دنیا کو بدلنے کے جن عزائم کا اظہار کررہے ہیں ان کی تکمیل کے لئے امریکہ کی رگ جاں کو عالمی صہیونیت کے پنجے سے چھڑانا ناگزیر ہے۔ ●●

دعوت

جائزہ

کا آئندہ موضوع

امریکہ، نئے صدارتی انتخابات کے بعد

امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار ایک سیاہ فام کا صدر بننا ایک انہونی سے کم تصور نہیں کیا جارہا ہے۔ بارک حسین اوبامہ کو یہ ذمہ داری ایسے وقت میں ملی ہے جب امریکہ سخت اقتصادی بحران سے دوچار ہے۔ نیز سابقہ انتظامیہ کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے دنیا میں امریکہ کے تئیں زبردست نفرت پائی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں امریکہ کو درپیش اندرونی اور بیرونی چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں اوبامہ کس حد تک کامیاب ہوں گے؟ بھارت امریکہ تعلقات پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ دہشت گردی مخالف مہم کو اوبامہ کس طرح آگے بڑھائیں گے۔ مسلم دنیا میں امریکہ کی شبیہ کو درست کرنے اور مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لئے ان کا کیا فارمولہ ہوگا؟ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کا جواب ہم جائزے کے اس شمارے میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۶/فروری ۲۰۰۹ء کو شائع ہورہا ہے

دعوت

۴/فروری ۲۰۰۹ء

ایک دستوری بحران

چیف الیکشن کمشنر این گوپالاسوامی نے اپنے ایک ساتھی الیکشن کمشنر نوین چاولہ کو ان کے عہدے سے برطرف کرنے کی سفارش کی ہے۔ انہوں نے صدر جمہوریہ ہند محترمہ پرتبھا دیوی سنگھ پاٹل کے نام اپنے مکتوب میں اس سفارش کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے ساتھی اپنے عہدے اور ذمہ داریوں کے تئیں ایماندار واقع نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کا جھکاؤ دوسری جانب ہے، یہ گویا دستوری ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے میں کوتاہی وغفلت کے مترادف ہے۔ وہ اپنے رویے میں چونکہ غیر جانب دار نہیں ہیں لہٰذا ان کا اس طرح کے اہم اور نازک منصب پر رہنا مناسب نہیں ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مسٹر نوین چاولہ کا جھکاؤ کانگریس کی طرف ہے، چیف الیکشن کمشنر کے اس سفارشی مکتوب پر کانگریس اور بی جے پی کی جانب سے جو ردعمل سامنے آیا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے، جہاں بی جے پی نے مسٹر نوین چاولہ کی فوری برطرفی کا مطالبہ کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ حکومت چیف الیکشن کمشنر کی سفارش کو منظور کرنے کی پابند ہے، وہیں کانگریس نے کہا ہے کہ وہ اس مکتوب کا جائزہ لے رہی ہے اور قانون کے ماہرین سے اس سلسلہ میں رائے لے رہی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ گویا وہ چیف الیکشن کمشنر کی سفارش کو منظور کرنے پر آمادہ نظر نہیں آرہی ہے بلکہ اس کو نامنظور کرنے کی قانونی گنجائشیں تلاش کررہی ہے۔ واضح رہے کہ مسٹر نوین چاولہ کی نامزدگی یوپی اے کے دور میں عمل میں آئی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر این گوپالاسوامی اور الیکشن کمشنر نوین چاولہ کے درمیان اختلافات چلے آرہے تھے مثال کے طور پر چیف الیکشن کمشنر کرناٹک میں صدر راج کے خاتمے سے پہلے انتخاب کرانا چاہتے تھے، یہ پچھلے سال کا واقعہ ہے، الیکشن کمشنر ایس وائی قریشی نے اس کی تائید کی تھی مگر مسٹر نوین چاولہ کو اس میں تردد تھا، وہ اس پر زور دے رہے تھے کہ ایک ”مخصوص“ سیاسی پارٹی جن تاریخوں کا مطالبہ کررہی ہے اس کو مان لینا چاہئے۔ اسی طرح مسٹر چاولہ کو ۲۰۰۷ء میں ہونے والے اترپردیش کے انتخاب کی نگرانی کے معاملہ میں بھی تردد تھا۔ اسی طرح جب مسز سونیا گاندھی کو گجرات کی ایک انتخابی مہم کے دوران کی جانے والی تقریر میں ”موت کے سوداگر“ کے استعمال کا نوٹس لیا گیا اور کمیشن کی جانب سے انہیں نوٹس جاری کیا گیا، اس وقت بھی مسٹر چاولہ نے اعتراض وارد کیا تھا۔ ایک موقع پر اور دونوں عہدیداروں کے درمیان اختلافات رونما ہوئے تھے اس کا تعلق بھی مسز سونیا گاندھی سے ہے جب انہیں بلجیم کا اعزاز دیا گیا تو ان کے نام الیکشن کمیشن کی جانب سے نوٹس جاری کئے جانے کے سوال پر چیف الیکشن کمشنر کی رائے مسٹر نوین چاولہ کی رائے سے بالکل مختلف تھی۔ یعنی مسٹر نوین چاولہ نے چیف الیکشن کمشنر کے فیصلے سے اختلاف کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں کے درمیان یہ سلسلہ گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے جاری تھا۔

وزیر خارجہ اور اس وقت وزیر اعظم کی ذمہ داریاں ادا کرنے والے سینئر کانگریس لیڈر پرنب مکھرجی نے اس پر فوری طور پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس کا جائزہ لیا جارہا ہے اور قانونی ماہرین سے مشورے بھی، مناسب وقت آنے پر حکومت اپنے موقف کا اعلان کرے گی۔ چونکہ یہ ایک اہم معاملہ اس لئے موجودہ کابینہ اس کا فیصلہ کرنے کی حالت میں خود کو نہیں پارہی ہوگی کیونکہ وزیر اعظم ابھی زیر علاج ہیں اور ان کے مکمل طور پر صحت مند ہوکر آنے اور معمول کے مطابق اپنے فرائض انجام دینے میں ابھی کچھ وقت اور لگے گا اور وزیر اعظم کے چارج سنبھالنے سے پہلے اس کا امکان نہیں نظر آتا اس لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ ابھی اس کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ دوسری طرف یہ سوال بھی اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر نے جو سفارش کی ہے اس کی قانون اور دستوری حیثیت کیا ہے۔ کیا حکومت اس کو ماننے کی پابند ہے یا اسے مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ سرکاری ذرائع یہ کہتے ہیں کہ دستور کی دفعہ ۳۲۴ اس سلسلے میں یہ رہنمائی کرتی ہے کہ تمام سرکاری کام کاج اور صدر جمہوریہ کی جانب سے تمام اہم مناصب پر ہونے والے تقررات اور برطرفیاں بنیادی طور پر مرکزی کابینہ کے صلاح ومشورے سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا فیصلہ صدر جمہوریہ کا نہیں بلکہ اصلاً مرکزی کابینہ کا ہوتا ہے اور اس کی ترتیب یہ ہے کہ مرکزی کابینہ سے تجاویز ومشورے وزیر اعظم کے توسط سے صدر جمہوریہ کے پاس بھیجے جاتے ہیں نہ کہ صدر جمہوریہ سے وصول کئے جاتے ہیں۔ گویا اس مسئلے میں بھی فیصلہ مرکزی کابینہ کو کرنا ہے صدر جمہوریہ کو نہیں۔ حکومت کی طرف سے جو اس سلسلے میں جو وضاحت پیش کی گئی ہے اس میں یہ کہنا ہے کہ الیکشن کمیشن کے اعلیٰ ترین عہدیداروں کی برطرفی کوئی آسان عمل نہیں ہے بلکہ انہیں مواخذے کے بعد ہی ہٹایا جاسکتا ہے اور یہ ایک طویل پراسس ہے۔ اس لئے جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ بہر حال چیف الیکشن کمشنر کے اس قدم نے ایک نئی بحث بلکہ ایک نئی لڑائی چھیڑ دی ہے۔ ایک طرف دستوری بحث شروع ہوگئی ہے تو دوسری طرف سیاسی جنگ کا آغاز ہوگیا ہے۔ پھر یہ معاملہ ایک ایسے موقع پر سامنے آیا ہے جس نے اس کو پیچیدہ اور نازک بنادیا ہے۔ ایک طرف تو عام انتخابات قریب آگیا ہے، اگر یہ معمول کے مطابق ہوئے تو کہا جاسکتا ہے کہ اب دو مہینے رہ گئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود چیف الیکشن کمشنر این گوپالاسوامی آئندہ ۲۰/اپریل اپنے عہدے سے سبکدوش ہورہے ہیں، جب کہ عام انتخابات سے متعلق عمل بس اب شروع ہوا چاہتا ہے۔ الیکشن کمشنر کی حیثیت سے مسٹر نوین چاولہ اس پورے عمل کا حصہ رہیں گے۔

فکر معاصر

جہل خرد

ہم نے اس درمیان نام نہاد ''دانشور'' صحافیوں کے ایسے مضامین بھی دیکھے ہیں جس میں غزہ کی تباہی کے لئے صرف حماس کو موردالزام ٹھہرایا گیا ہے اور انتہا درجے کی ''منافقانہ دانشوری'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر حماس نے اسرائیل پر راکٹ باری کی ''احمقانہ بہادری' کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو غزہ اسرائیلی حملے سے محفوظ رہتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا کے ہر مسئلے کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرا کر دربار مغرب میں سرخرو رہتے ہیں۔ سال گزشتہ جون ۲۰۰۸ء میں حماس نے چھ ماہ کے لئے یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان اس شرط کے ساتھ کیا تھا کہ دو سال سے جاری غزہ کا محاصرہ ختم کر دیا جائے۔ حماس نے پورے چھ ماہ تک اپنی طرف سے اس جنگ بندی کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی لیکن غزہ کا محاصرہ اس کے باوجود ختم نہیں کیا گیا۔ وعدہ خلافی اور جنگ بندی کی شرط کی خلاف ورزی حماس نے نہیں اسرائیل نے کی تھی۔ وعدہ خلافی اور معاہدوں کی خلاف ورزی اسرائیل حماس کے ساتھ اس سے قبل ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء میں بھی جنگ بندی اور فائر بندی کے معاہدے کر کے اُن کی خلاف ورزی کر چکا ہے لیکن حماس نے ہمیشہ اپنے عہد کی پابندی کی ہے۔ تو اس مرتبہ بھی دسمبر کے آخری ہفتے میں حماس نے جو راکٹ پھینکے وہ یکطرفہ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد اور محاصرہ جاری رہنے کی وجہ سے تھے۔ اس محل پر منافق دانشور کہتے ہیں کہ طاقتور دشمن کو چھیڑ کر خودکشی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب ہم اپنی طرف سے دینے کے بجائے خود اسرائیل کے یہودی تجزیہ نگاروں کا موقف پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے ہم پوچھتے ہیں کہ اسرائیل کا ساٹھ سال سے مسلسل یہ موقف ہے کہ وہ ''حالت جنگ'' میں ہے اور اُسے ''اپنے دفاع کا پورا حق'' حاصل ہے تو کیا وہ جنگ ہوا میں ہو رہی ہے؟ کیا اس جنگ کا کوئی دوسرا فریق نہیں؟ اور کیا وہ دوسرا فریق جنگ ''حالت جنگ'' میں نہیں ہے؟ کیا فریق مخالف کو اپنے ''دفاع کا حق'' نہیں ہے؟ اور کیا اسرائیل اور اُس کے فریق جنگ کی طاقت یکساں ہے؟ کیا دونوں کو یکساں مواقع حاصل ہیں؟ وہ ''منافق دانشور'' بھول جاتے ہیں کہ وہ حماس پر اس طرح کے الزام لگا کر فی الواقع صرف اپنے جہل اور حماقت ہی کا ثبوت نہیں دیتے وہ اس طرح یہ بھی ثابت کر دیتے ہیں کہ وہ نسل پرست ہیں، اور صہیونیوں کی طرح وہ بھی حماس اور فلسطینیوں کو ''انسان'' نہیں سمجھتے۔ رہے اسرائیلی بمباری اور حماس کی راکٹ باری کے نتائج تو اپنوں کی بات چھوڑیئے یہ دیکھئے کہ دوسرے کیا کہہ رہے ہیں برطانیہ کے صہیونی یہودی ممبر پارلیمنٹ جیرالڈ کاف مین نے ۱۵ رجنوری کو برطانوی دارالعوام میں غزہ پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ ''اسرائیل غزہ میں جو کچھ کر رہا ہے وہ وہی ہے جو ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اسرائیل جنگی مجرم ہے۔ عالمی عدالت انصاف میں اُس پر جنگی جرائم کا مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔'' اسرائیلی صحافی اور دانشور یوری افنیری (Yuri Avneri) نے لکھا کہ ''اسرائیل کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے واضح ہو گیا ہے اور پوری دنیا اب اس بات کو سمجھنے لگی ہے کہ اسرائیل ایک خونخوار ریاست ہے۔'' آکسفورڈ یونیورسٹی (برطانیہ) کے شعبہ بین الاقوامی تعلقات کے یہودی پروفیسر آفی شلایم نے لکھا کہ ''یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اسرائیل ایک دہشت گرد ریاست ہے۔ وہ سیاسی اہداف حاصل کرنے کے لئے نہتے عوام کو مارنے سے گریز نہیں کرتی۔'' اسرائیل کا غزہ پر مکمل فضائی اور زمینی حملہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حماس کی قیادت، کیڈر اور انفراسٹرکچر کو پوری طرح برباد کر دیا جائے تاکہ فلسطینیوں میں اسرائیل کے غلاموں فتح اور محمود عباس کو چیلنج کرنے والا کوئی باقی نہ رہے اور غاصب صہیونی ریاست اسرائیل کے خلاف ہونے والی مزاحمت صد فیصد ختم ہو جائے۔ اسرائیل کا یہ تزویری Strategic ہدف پورا نہیں ہوا۔ (اُردو ٹائمز، ممبئی)

وسط ایشیا میں نیا کھیل

ایم ابراہیم خاں

دنیا بھر میں تیل کی طلب میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک نے تیل کی طلب اور کھپت کے معاملے میں دوسروں پر برتری برقرار رکھی ہے، تاہم اب ترقی پذیر ممالک بھی تیل کی کھپت کے معاملے میں نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ صنعتوں کا پہیہ تیزی سے گھومنے کے باعث ان ممالک کے لئے لازم ہو گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تیل، کم سے کم قیمت پر حاصل کریں تاکہ ضرورت پڑنے پر تیل کم نہ ہو اور عالمی معیشت میں رونما ہونے والی کسی بھی خرابی کا بحسن وخوبی سامنا کیا جا سکے۔ لازم ہے کہ تیل کے نئے ذخائر دریافت ہی نہ کئے جائیں بلکہ ان سے تیل حاصل بھی کیا جائے۔ توانائی کے کسی بھی بڑے بحران سے بچنے کے لئے ترقی یافتہ ممالک کے درمیان ان ممالک اور خطوں پر تصرف کی دوڑ شدت اختیار کر گئی ہے۔ جو تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال ہیں۔

Luts Klevemean نے اپنی نئی کتاب ''دی نیو گریٹ گیم: بلڈ اینڈ آئل این سینٹرل ایشیا'' میں اس نکتے پر بحث کی ہے کہ بحیرہ کیسپین میں تیل اور گیس کے ذخائر پر تصرف پانے کے لئے مشرقی اور مغربی قوتوں کے درمیان رسّا کشی جاری ہے۔ اس صورت حال نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اُبھرتی ہوئی مشرقی معیشتوں کے لئے توانائی کے کسی بھی ممکنہ بحران پر قابو پانا ناگزیر ہے۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمت کا اتار چڑھاؤ ان کی معاشی سرگرمیوں پر وسیع اور برے اثرات مرتب کرتا رہا۔ لٹز کلیو مین کا استدلال ہے کہ مشرق کی اُبھرتی ہوئی معیشتوں کو undermine کرنے کی مغربی کوششوں میں توازن نہیں، اور اچھی خاصی جانب داری ہے۔ اس متعصبانہ رویے نے عالمی سیاست اور معیشت کے لئے کئی خرابیاں پیدا کی ہیں اور کئی خطے جنگ کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے بعد وسط ایشیا کو میدان جنگ میں تبدیل کرنے کی مغربی کوششیں عالمی سفارت کاری کے لئے بڑے چیلنجز کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ ''دی نیو گریٹ گیم'' سے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں جن کی مدد سے آپ وسط ایشیا کی سیاست اور معیشت کے under-currents کا آسانی سے درست اندازہ قائم کر سکیں گے:

دو سال قبل مجھے وسط ایشیا کی ریاست کرغیزستان جانے کا موقع ملا۔ یہ ایک تاریخی لمحہ تھا۔ امریکی کومبیٹ فوجی پہلی بار کرغیزستان کی سرزمین پر تعینات کئے جا رہے تھے۔ افغانستان میں جاری ملٹری مشن کے سلسلے میں امریکی فوج نے کرغیز دارالحکومت بشکیک کے نزدیک اڈا قائم کیا۔ پہلے مرحلے میں تین ہزار فوجی تعینات کئے گئے۔ ان کے لئے تربیتی مشقوں کے سلسلے میں بڑے پیمانے پر تیاریاں کی گئیں۔ میں نے جب ان فوجیوں کے کمانڈر سے پوچھا کہ یہ فوجی اور پڑوسی ملک ازبکستان میں تعینات ان کے ساتھی کب رخصت ہو سکیں گے تو ان کا جواب یہ تھا کہ کوئی ٹائم فریم دینا ممکن نہیں۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ ان کا مشن کب مکمل ہوگا۔ کمانڈر کا یہ بھی کہنا تھا کہ ازبکستان اور کرغیزستان سے امریکی افواج اسی وقت واپس ہوں گی جب القاعدہ کے خفیہ سیلز کا مکمل خاتمہ ہو چکے گا۔ اب بھی ان ممالک میں امریکی افواج موجود ہیں اور ان کے خیموں نے اب کنکریٹ سے بنی ہوئی عمارات کی شکل اختیار کر لی ہے۔ بش انتظامیہ نے وسط ایشیا میں عسکری قوت کو تین مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔ ایک طرف تو سرد جنگ میں سابق سوویت یونین کے خلاف فتح کو پوری دنیا پر ثابت کرنا ہے اور دوسری طرف چین کے اثرات محدود رکھنے کے ساتھ ساتھ ایران کی بھی گوشمالی کرنا ہے۔ بش انتظامیہ نے برطانوی حکومت کی مدد سے خطے میں اپنے مفادات کو خوب تقویت بہم پہنچائی ہے اور بحیرہ کیسپین میں تیل اور گیس کے ذخائر تک رسائی کی بھرپور کوشش کی ہے سارا زور صرف اپنے اثرات بڑھانے تک محدود نہیں، بلکہ دوسروں کے اثرات محدود رکھنا بھی امریکی مقاصد میں سرفہرست ہے۔ افغانستان اور عراق کے معاملے میں بھی امریکہ اور برطانیہ کا اتحاد نمایاں رہا ہے۔ ٹونی بلیئر کو امریکی مفادات کی تکمیل میں مرکزی کردار ادا کرنے کی پاداش میں برطانیہ کی وزارت عظمیٰ سے ہاتھ بھی دھونا پڑے۔

امریکہ نے تیل اور گیس کے ذخائر پر تصرف پانے کے لئے جو بڑا گیم شروع کیا ہے اس نے عالمی سیاست اور معیشت میں عدم توازن پیدا کیا ہے۔ عرب دنیا نے اس معاملے میں جس نوعیت کے طرز عمل کا مظاہرہ کیا ہے اس سے معاملات مزید بگڑے ہیں اور دہشت گردی کے پنپنے کی راہ مزید ہموار ہوئی ہے۔ شیوخ نے قومی مفادات کو نظرانداز کر کے صرف امریکہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی روش اپنائی ہے۔ اس کا نتیجہ عرب دنیا میں مغربی ممالک اور بالخصوص امریکہ سے شدید نفرت کی شکل میں برآمد ہوا ہے۔ بحیرہ اسود، کاکیشیا، افغانستان اور پاکستان تک اس صورت حال کو بہتر طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جن جرنیل، بزنس لیڈرز، وارلارڈز اور سفارت کاروں سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں انہوں نے اس سیاسی اور معاشی کھیل کی تفصیل بیان کی ہے جسے ہم نیو گریٹ گیم کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ انیسویں صدی میں برطانوی سلطنت اور زار خاندان کے زیر تصرف روس میں یوریشیا کے لئے کشمکش ہوئی تھی۔ یورپ اور ایشیا کے درمیان پائے جانے والے خطے پر تصرف پانے کے لئے اب پھر بھرپور کشمکش شروع ہوئی ہے۔

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد یوریشیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنے کے لئے اب امریکہ اور اس کے اتحادی میدان میں ہیں۔ روس، ترکی، ایران اور پاکستان بھی اس خطے میں اہم کردار ادا کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ خطے میں روس کی موجودگی ہمیشہ محسوس کی گئی ہے۔ چین بھی اب اس خطے میں اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے کوشاں ہے۔ دوسری جانب بین الاقوامی آئل کمپنیز بھی اپنے مفادات کو محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یہ ساری لڑائی اس بنیاد پر ہے کہ بحیرہ کیسپین کے کناروں پر اور تہہ میں دنیا کے سب سے بڑے تیل اور گیس کے ذخائر ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ مغربی دنیا کا تیل اور گیس کے سلسلے میں عرب دنیا اور روس پر انحصار کم ہو جائے۔ تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم OPEC نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پوزیشن مستحکم تر کر لی ہے اور اس کے نتیجے میں مغربی دنیا کی مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ ایران اور وینیزویلا نے اوپیک کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے تیل کو اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ محتاط اندازوں کے مطابق بحیرہ کیسپین میں تیل کی مقدار ایک سو دس ارب سے دو سو چالیس ارب بیرل تک تیل موجود ہے جس کی مالیت چار ہزار ارب ڈالر تک ہے۔ امریکی محکمہ توانائی کے مطابق صرف کرغیزستان اور آذربائجان میں ایک سو تیس ارب بیرل تک تیل ہے۔ ان ممالک میں تیل نکالنے اور صاف کرنے کے منصوبوں پر ایگزون موبل، شیورون ٹیکسیکو اور برٹش پٹرولیم نے اب تک تیس ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔

1999ء میں تیل کی صنعت سے وابستہ آجروں سے خطاب کرتے ہوئے سابق امریکی نائب صدر ڈک چینی نے کہا تھا کہ کوئی بھی دوسرا خطہ ایسا نہیں جو مغربی مفادات کے لئے اتنی تیزی سے اُبھر کر ہوا ہو جس قدر تیزی سے کیسپین کا خطہ نمایاں ہوا ہے۔ ڈک چینی نے جس وقت یہ بات کہی تب وہ امریکی آئل کمپنی ہیلی برٹن کے چیف ایگزیکٹیو آفیسر تھے۔ مئی دو ہزار ایک میں ڈک چینی نے انرجی پالیسی سے متعلق رپورٹ میں صدر پر زور دیا تھا کہ توانائی کی رسد یقینی بنانے کو خارجہ اور تجارتی پالیسی کی بنیاد بنایا جائے۔ ڈک چینی نے بتایا تھا کہ بحیرہ کیسپین سے تیل اور گیس کی رسد محفوظ طور پر ممکن ہے اور امریکہ سمیت تمام مغربی ممالک توانائی کے حوالے سے اس خطے پر انحصار کر سکتے ہیں۔ امریکیوں کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ اوپیک پر منحصر رہنے کی صورت میں ان کے لئے مشکلات بڑھتی جائیں گی۔ اوپیک کے سرکردہ رکن ممالک تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے ہنر سے واقف ہو چکے ہیں۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمت کو اوپر لے جانا اور پھر نیچے اتارنا ان کے لئے کوئی مشکل کھیل نہیں رہا۔ ترقی یافتہ ممالک اور بالخصوص مغربی دنیا کے ممالک اس بات کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں کہ توانائی کے کسی بھی بحران سے ان کی معیشتیں غیر معمولی طور پر متاثر ہوں گی اور عالمی معیشت میں ان کی پوزیشن مزید کمزور ہوگی۔ چین اور بھارت سمیت دنیا بھر میں تیل کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کئی اُبھرتی ہوئی معیشتوں میں تیل کی طلب اس قدر بڑھ چکی ہے کہ مشرق وسطیٰ سے باہر واقع تیل اور گیس کے ذخائر ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ صورت حال مستقبل بعید میں مشرق وسطیٰ کے تیل پیدا کرنے والے ممالک کو غیر معمولی ایڈوانٹیج سے ہمکنار کرنے میں مرکزی کردار ادا کرے گی۔ عالمی منڈی میں بہتر پوزیشن اوپیک کے ارکان کو بہتر مارکیٹنگ پوزیشن میں پہنچا دے گی۔ دو ہزار بیس تک امریکہ کو اپنی ضرورت کا دو تہائی تیل مشرق وسطیٰ سے درآمد کرنا پڑے گا۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں عدم استحکام نمایاں ہے اور حالات کے درست ہونے کی کوئی شکل دکھائی نہیں دے رہی۔ امریکہ میں مقتدر حلقے سعودی عرب کی بڑھتی ہوئی قوت سے پریشان ہیں۔ ان کے نزدیک القاعدہ اور دیگر نیٹ ورکس کے سعودیوں سے تعلقات ہیں جن کے باعث دہشت گردی کے خلاف جنگ میں مغرب کے لئے مقاصد کا حصول ممکن نہیں رہا۔ دوسری جانب سعودی حکومت کا تختہ الٹنے کا خطرہ بھی برقرار ہے۔ انتہا پسند اور قدامت پرست عناصر سعودی عرب کے اقتدار پر قابض ہو کر غیر مسلم ممالک کو تیل کی ترسیل روک بھی سکتے ہیں۔ سعودی عرب میں معاشرتی اور نظریاتی اصلاحات کی بھی خاصی گنجائش ہے۔ بند معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں ان سے سعودی عرب دوچار ہے۔ سعودی عرب میں رونما ہونے والی کوئی بڑی تبدیلی پورے خطے کو متاثر کر سکتی ہے۔ سعودی حکومت پر الزام ہے کہ وہ سیاسی عدم استحکام ٹالنے کے لئے مذہبی انتہا پسندوں کو فنڈ فراہم کرتی ہے تاکہ دنیا بھر میں امریکیوں کے خلاف سرگرمیاں جاری بھی رکھی جا سکیں۔

> روس اور چین کے اثرات کا دائرہ محدود رکھنے کے لئے امریکہ نے علاقے میں ڈکٹیٹرز کو گلے لگانا جاری رکھا ہے۔ وسط ایشیا کی بیشتر ریاستوں میں جمہوریت برائے نام ہے اور مطلق العنان حکومتیں قائم ہیں جو کسی بھی حال میں عوام کے مفادات کو اولیت نہیں دیتیں۔ دہشت گردی کچلنے کے نام پر ان آمروں کو انسانیت سوز مظالم ڈھانے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے اور اگر کبھی مظالم کی داستانیں منظر عام پر آ بھی جائیں تو مغربی دنیا کی جانب سے برائے نام بھی مذمت نہیں ہوتی۔

امریکہ کے مقتدر حلقے تیل کے معاملے میں سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک پر انحصار کم کرنا چاہتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ بحیرہ کیسپین سے نکلنے والے تیل کی بحفاظت ترسیل کے لئے کئی ممالک سے پائپ لائنز گزارنا پڑیں گی۔ روس اپنے علاقے سے پائپ لائن گزارنے کے منصوبوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ اس کے عوض اسے اچھی خاصی رقوم ملتی ہیں۔ ترقی پذیر دنیا کے لئے وسط ایشیا میں امن بہت اہمیت رکھتا ہے۔ روس نے اب تک اس مد میں بہت کچھ پایا ہے۔ کئی ترقی یافتہ ممالک اسے کسی بھی نوعیت کی محاذ آرائی اور مہم جوئی سے باز رکھنے کے لئے بہت کچھ خرچ کرتے ہیں۔ روس اس علاقے میں ہمیشہ بالا دست رہا ہے اور اب بھی وہ اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ خطے کے کسی بھی اور ملک میں روس سے بہتر طور پر نمٹنے کی صلاحیت نہیں۔

چین چاہتا ہے کہ قازقستان سے گزرنے والی ایسی پائپ لائن بچھائی جائے جو مشرقی علاقوں سے ہوتی ہوئی اس کے لئے تیل کی ترسیل کو آسان بنائے۔ ایران ایسی پائپ لائن بچھانا چاہتا ہے جس کی مدد سے خلیج فارس تک اور اس سے آگے تیل کی ترسیل آسان ہو سکے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ روس اور ایران سے گزرنے والے دو پائپ لائنز کی تعمیر میں مرکزی کردار ادا کرے۔ اس صورت میں وہ خطے کے تیل کے ذخائر کو بہتر طور پر اپنے حق میں استعمال کر سکے گا۔ امریکہ جو دو پائپ لائنز بچھانا چاہتا ہے ان میں سے ایک مشہور آئل کمپنی Unocal کے منصوبوں میں شامل ہے۔ یہ پائپ لائن ترکمانستان سے شروع ہوگی اور افغانستان سے ہوتی ہوئی بحر ہند میں اختتام پذیر ہوگی۔ آذربائجان کے دارالحکومت باکو سے بحیرہ روم میں ترک بندرگاہ کیہان تک پائپ لائن کی بچھانے کا کام شروع بھی کیا جا چکا ہے۔ سابق سوویت ریاست جارجیا سے گزرنے والی اس پائپ لائن پر تین ارب ۸۰ کروڑ ڈالر خرچ ہوں گے۔

برٹش پٹرولیم نے آذربائجان میں تیل کے منصوبوں کے لئے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔ جارجیا میں امریکی فوجیوں کی تعیناتی سے خطے میں امن کے قیام اور سیاسی استحکام کے فروغ میں خاصی مدد ملی۔

وسط ایشیا میں امریکہ جو کچھ کر رہا ہے اسے روس اور چین کسی بھی اعتبار سے درست نہیں سمجھتے اور اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ امریکہ اب تک توسیع پسندی کی راہ پر گامزن ہے۔ دونوں ممالک امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا بڑھتا ہوا اثر ورسوخ پسند نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے یہ خطہ بھی پہلے سرد جنگ اور بعد میں باقاعدہ محاذ آرائی کا گڑھ بن سکتا ہے۔ چین نے کرغیزستان اور دیگر وسط ایشیائی ممالک سے عسکری تعلقات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف روس بھی اپنے پڑوسیوں سے بہتر تعلقات کے لئے کوشاں ہے تاکہ وہ بیرونی قوتوں کی طرف اُمید بھری نظروں سے دیکھنا چھوڑیں۔ چین کے لئے معاشی مفادات کی حفاظت زیادہ اہم ہے وہ دوسرے ممالک کے ہاں کوئی بڑی تبدیلی لانے کا خواہش مند دکھائی نہیں دیتا۔ روس کا معاملہ مختلف ہے۔ اس کی معیشت خاصی کمزور ہے اور مغربی سرمائے کی مدد ہی سے وہ معیشت کو مکمل تباہی سے بچا سکا ہے۔ دہشت گردی ختم کرنے کے سلسلے میں ماسکو نے واشنگٹن سے بھی معاہدہ کیا ہے۔ اس اشتراک عمل نے خطے میں بڑی تبدیلی کی راہ ہموار کی ہے۔ ماسکو میں مقتدر حلقے اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی خطے میں زیادہ دن رہیں۔ انہوں نے امریکہ کو خطے سے جلد از جلد نکل جانے کے حوالے سے انتباہ پر بھی زور دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ روسی حکومت نے علاقائی حکومتوں سے دفاعی معاہدوں کو اہمیت دینا شروع کیا ہے۔ کرغیزستان اور دیگر علاقائی ممالک سے دفاعی معاہدے کئے جا چکے ہیں اور مشترکہ فوجی مشقوں کا اہتمام بھی باقاعدگی سے کیا جا رہا ہے۔ وسط ایشیا کے کئی ممالک میں روس نے فوجی اڈے قائم کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔

روس اور چین کے اثرات کا دائرہ محدود رکھنے کے لئے امریکہ نے علاقے میں ڈکٹیٹرز کو گلے لگانا جاری رکھا ہے۔ وسط ایشیا کی بیشتر ریاستوں میں جمہوریت برائے نام ہے اور مطلق العنان حکومتیں قائم ہیں جو کسی بھی حال میں عوام کے مفادات کو اولیت نہیں دیتیں۔ دہشت گردی کچلنے کے نام پر ان آمروں کو انسانیت سوز مظالم ڈھانے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے اور اگر کبھی مظالم کی داستانیں منظر عام پر آ بھی جائیں تو مغربی دنیا کی جانب سے برائے نام بھی مذمت نہیں ہوتی۔ اسلامی شدت پسند گروپوں کو کچلنے کے معاملے میں ازبکستان کے ڈکٹیٹر اسلام کریموف نے غیر معمولی قوت استعمال کی اور انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ازبکستان کے خفیہ اداروں کی جانب سے تفتیش کے دوران ایذا رسانی کا اعتراف امریکی دفتر خارجہ نے بھی کیا ہے۔ دفتر خارجہ ہی نے چپکے سے ازبکستان کو ان ممالک کی فہرست سے نکال دیا جن میں مذہبی آزادی خطرے میں ہے۔ اس معاملے میں برطانیہ امریکہ کا ہمنوا ثابت ہوا ہے۔ ازبکستان میں جب برطانوی سفیر کریگ مرے نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر تنقید کی تو حکومت نے انہیں واپس بلانے میں دیر نہیں لگائی۔

وسط ایشیا کی صورت حال اس لئے زیادہ خطرناک ہے کہ عوام کا حال برا ہے۔ بدعنوان اور آمر حکومتیں عوام کو بنیادی حقوق اور سہولتوں سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔ بدعنوان اور غیر نمائندہ حکومتوں کو امریکہ کی حمایت حاصل ہے۔ امریکی پالیسیاں عوام کو مشکلات میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اس لئے امریکہ سے نفرت عوام کے سیاسی ایمان کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔ لوگ ایک طرف تو امریکہ اور امریکیوں سے نفرت کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ اسلامی عناصر کو گلے لگا رہے ہیں۔ عراق کی طرح وسط ایشیا میں بھی امریکہ کی جانب سے تیل اور گیس کے ذخائر پر کنٹرول کی ہوس نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کو داؤ پر لگا دیا۔ لوگ انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اس صورتحال نے دہشت گردوں کا کام آسان کر دیا ہے۔ ●●

صہیونیت کا مکروہ چہرہ دکھانے میں ''رامتان'' کا کردار

چند سال قبل مشہور صہیونی قلم کار جنگجو اور اسرائیلی جارحیت کے زبردست حامی ڈینیل پائپس کا ایک مضمون نظر سے گزرا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ اب وہ وقت گزر گیا جب جنگوں کے فیصلے میدانِ جنگ میں موجود سپاہیوں کے ذریعے ہوا کرتے تھے، اب جنگوں کے فیصلے اخبارات کے صفحات اور ٹی وی چینلز کی اسکرین پر رپورٹرز، سب ایڈیٹرز، ایڈیٹرز اور نیوز پروڈیوسرز اور ٹاک شوز کے میزبان کیا کرتے ہیں۔ یہ جملہ انہوں نے دنیا بھر کے صہیونیوں کو اپنے دشمنوں (مسلمانوں) کے خلاف اس میدان جنگ میں اُترنے کی ترغیب دینے کے لئے لکھا تھا۔ دنیا کے بااثر میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور جہاں کہیں ان کو اپنی پوزیشن غیر مستحکم نظر آتی ہے وہاں وہ منصوبہ بندی کے ساتھ اُترتے ہیں۔ اس کی ایک مثال اسرائیل کی وزارت انضمام تارکین وطن کی طرف سے بلاگرز کی فوج کی بھرتی کا اعلان ہے جو ان صہیونیت مخالف بلاگز کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا گیا جن پر اسرائیل کو غزہ پر جارحیت کے بعد زبردست تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

اسرائیلی جارحیت کے دوران غزہ میں باہر کے صحافیوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ تاہم ٹی وی چینلز جن ویڈیوز کو دکھا رہے تھے۔ ان کے ساتھ اسکرین پر ایک ''لوگو' نظر آ رہا تھا جو غزہ کے صحافیوں کی نیوز ایجنسی ''رامتان'' کا تھا جس نے دن رات محنت کر کے صہیونی درندگی کے مناظر دنیا بھر کو دکھائے۔ ایسی مثالیں دیکھ کر اس شعبے خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے کیا پلاننگ کرنی چاہئے یہ سوچنا اسلامی تحریکوں کے قائدین کا کام ہے۔ قارئین کی معلومات کے لئے غزہ کی نیوز ایجنسی ''رامتان'' کا تعارف اور اسرائیلی جارحیت کے دوران اس کی کارکردگی پر مشتمل ایک مختصر سی رپورٹ العربیہ ٹی وی کے شکریہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

دنیا بھر میں ٹیلی ویژن چینلز پر ناظرین نے اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں ہونے والی تباہ کاریوں اور فلسطینیوں کی شہادتوں کے جو مناظر دیکھے وہ کسی بڑے مغربی میڈیا ادارے کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ یہ فلسطینی صحافیوں کی اپنی نیوز ایجنسی رامتان کی پیش کش کی تھی جس کی بدولت لوگوں کو پہلی مرتبہ ایک مختلف انداز میں صہیونی چہرہ دیکھنے کو موقع ملا ہے۔

غزہ کی پٹی میں اسرائیل کی مسلط کردہ جنگ اور اس کے مہلک زمینی اور فضائی حملوں کے بعد جب ان کے مناظر سی این این، بی بی سی، العربیہ، الجزیرہ یا کسی اور ٹیلی ویژن چینل پر دکھائے جاتے تھے تو اس ٹی وی کی سکرین پر سرخ رنگ کا ''رامتان'' کا لوگو بھی نمودار ہوتا تھا اور اسرائیل کی جانب سے غیر ملکی صحافیوں کے غزہ میں داخلے پر پابندی کے پیش نظر بائیس روزہ جنگ کے دوران ''رامتان'' نے اپنی خوب پہچان کرائی ہے۔

۲۷ ردسمبر کو اسرائیل نے جب غزہ پر حملوں کا آغاز کیا تو اسی لمحے رامتان نے غزہ سے ان کی تباہ کاریوں کی برسرزمین براہ راست، لائیو کوریج شروع کر دی تھی، ایک ہفتہ بعد جب اسرائیلی فوج نے ٹینکوں کے ساتھ زمینی کارروائی کا آغاز کیا تو رامتان کی ذمہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

رامتان غزہ میں اسرائیلی فوج کے فضائی حملوں اور توپ خانے سے بمباری کے مناظر کی چار گھنٹے سے بڑھا کر چوبیں گھنٹے کے لئے کوریج کرتی رہی ہے۔ اس کے تین سیٹلائٹس ہیں اور مشرق وسطیٰ میں آٹھ دفاتر کام کر رہے ہیں جب کہ عربی اور انگریزی زبانوں میں دو ویب سائٹس ہیں۔

رامتان کے تیس رکنی صحافتی عملے نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر پورے بائیس روز بڑی محنت، لگن اور جفاکشی کے ساتھ دن رات کام کیا اور ان کے کیمرے ہر لمحے ہی چلتے رہے ہیں اور وہ اپنے نیوز ڈیسک سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سٹوری، خبر مکمل نہیں ہو جاتی تھی۔

غزہ شہر میں رامتان کے دفتر سے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر اسرائیلی ٹینک کھڑے تھے اور صہیونی فوج کی بمباری سے جہاں غزہ کی عمارتیں، کوچہ وبازار اجڑے، شہری انفراسٹرکچر تباہ ہوا، وہیں رامتان کے دفاتر کو بھی نقصان پہنچا اور اس کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ چکے تھے لیکن اس کے باوجود جفاکش فلسطینی صحافیوں نے اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں جاری رکھیں۔

رامتان کے مدیر اعلیٰ شہدی الکاشف کا کہنا ہے کہ ہم نے جو کام کیا ہے، اس کا صلہ ہمیں مل گیا ہے۔ اور ہمارے ''صحافتی عملے'' کو بھی اس کا صلہ مل گیا ہے اور وہ یہ کہ جب وہ کام کر رہے تھے تو پورا دنیا انہی کی بنی کوریج اور خبریں دیکھ رہی ہوتی تھی۔

انہوں نے العربیہ نیٹ کو بتایا: ''میں سی این این، بی بی سی، العربیہ اور الجزیرہ بارہ گھنٹے رامتان کا نام دیکھ کر فخر محسوس کرتا تھا۔'' انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ہیں اسکرینز کی گیلری ہے اور ان سب میں ہماری ایجنسی کا نام ہوتا تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ ہماری سو اسکرینیں ہوں۔ جن پر ہمارا نام آئے۔''

عربی زبان میں رامتان کا معنی دو انتہائیں یا بلندیاں ہیں اور کاشف کا کہنا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایجنسی بلند جگہوں سے قابل اعتماد خبریں پیش کر رہی ہے۔

کاشف نے مزید بتایا کہ ۱۹۹۸ء میں غیر ملکی میڈیا سے وابستہ صحافیوں کے ایک گروپ نے اس نیوز ایجنسی کا آغاز کیا تھا اور انہوں نے یہ منصوبہ اس تاثر کے بعد شروع کیا تھا کہ فلسطینی علاقوں کے بارے میں مغربی صحافیوں کی لکھی ہی تمام خبریں اور اسٹور پر منظر عام پر آتی تھیں جن میں انہی کے نقطہ نظر کی عکاسی ہوتی تھی۔

اسرائیلی فوج نے ۲۰۰۴ء میں حماس کے روحانی رہنما شیخ احمد یاسین اور ان کے بعد تحریک کے شریک بانی ڈاکٹر عبدالعزیز الرنتیسی کو شہید کیا تو رامتان نے ان دونوں واقعات کی بھرپور طریقے سے کوریج کی تھی جس سے اس کی عالمی سطح پر پہچان ہوئی تھی۔

باقی صفحہ ۵ پر

فطرت سے بغاوت کا انجام

ابونصر فاروق، خطیب جامع مسجد، پٹنہ

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے۔ اس نے کائنات کے لئے ایک قانون بنایا ہے، جس کو فطرت کہا جاتا ہے۔ کائنات کے اندر ہر چیز فطرت کے قانون کے مطابق ہی پیدا ہوتی ہے، پروان چڑھتی ہے اور پھر اپنا مقصد پورا کرکے ختم ہوجاتی ہے۔ ہر چیز کی ایک عمر اور مدت مقرر ہے۔ کچھ چیزوں کی زندگی ایک لمحہ ہوتی ہے جیسے پانی کا بلبلہ، کچھ چیزوں کی عمر ایک دن کی ہوتی ہے جیسے کیڑے مکوڑے، کچھ چیزوں کی عمر ایک مہینے کی ہوتی ہے جیسے پھل، کچھ چیزوں کی عمر ایک سال کی ہوتی ہے جیسے غلہ، کچھ چیزوں کی عمر سو سال کی ہوتی ہے جیسے آدمی اور کچھ چیزوں کی عمر قیامت تک کی ہے جیسے چاند اور سورج۔ قدرت کی پیدا کی ہوئی ساری مخلوق فطرت کے قانون میں جکڑی ہوئی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اس کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتی۔

تمام مخلوقات میں انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کو خواہش، ارادے اور عمل کی آزادی عطا کی گئی ہے۔ انسان کی یہ آزادی ہی اس کی آزمائش ہے جس کے نتیجے میں وہ انعام یا سزا پاتا ہے اور ابدی حیثیت سے پائے گا۔ یعنی یا تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اس کو راحت ملے گی یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔ انسانوں کی اکثریت نے ہر دور میں اپنی اس آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور قانون فطرت سے بغاوت کا رویہ اپنایا ہے۔ نبی رحمتؐ سے پہلے انبیاء کی جو قومیں گزری ہیں ان کی بغاوت اور سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ان کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کردیا گیا۔ آج ان کا نام و نشان بھی نہیں نظر آتا۔ سوائے ان قوموں کے جن کا قصہ قرآن نے بیان کیا ہے یا جن کی کچھ باقیات عبرت کے لئے رکھ چھوڑی گئی ہیں۔

چونکہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اب پوری دنیا کی تمام آبادی قیامت تک ان کی ہی قوم اور امت بنادی گئی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ پوری قوم نہیں مٹائی جائے گی۔ لیکن اس قوم کی سرکشی، بغاوت اور نافرمانی کے نتیجے میں اس قوم کے مختلف حصوں پر عذاب آتا رہے گا۔ یہ عذاب اللہ کی طرف سے بھی آئے گا اور قوم اپنی بداعمالیوں کی شامت خود بھی بھگتے گی۔ اس کو مثال سے ایسے سمجھا جاسکتا ہے کہ گھر میں لکڑیاں بھی ہیں اور دیا سلائی بھی۔ بچوں کو منع کردیا گیا کہ ان چیزوں سے چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔ بچوں نے نافرمانی کرتے ہوئے آگے جلانے کا کھیل شروع کردیا۔ آگ لگ گئی اور بچے اس میں جل گئے۔ بچوں کا یہ جلنا بڑوں کی طرف سے ان کی سزا نہیں تھی بلکہ ان کی نافرمانی کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح انسانی آبادی کی اس وقت کی جو پریشانیاں اور مشکلیں ہیں وہ اس کی اپنی نافرمانیوں کا انجام ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن کی یہ آیت بتاتی ہے کہ ”خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے اور یہ انسانوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔“

جو لوگ ایمان نہیں لائے اور مسلم نہیں بنے وہ تو اللہ کے نافرمان اور منکر بندے ہیں ہی۔ وہ جتنی بھی شرارت اور سرکشی کریں، ان کے لئے جائز ہے، کیونکہ انہوں نے کھلم کھلا اعلان کردیا کہ ہم نہ خدا کو مانیں گے نہ خدا کی بات مانیں گے۔ لیکن حیرت اور افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو خود کو خدا کا، رسول کا، آخرت کا، شریعت کا اور دین اسلام کا ماننے والا بھی کہتے ہیں اور منکروں، مشرکوں کے جیسی زندگی بھی گزار رہے ہیں۔ پوری دنیا میں اس وقت کے مسلمانوں کی جو زندگی اور طرز حیات ہے اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں ہی نہیں۔ وہ کون سی خرابی اور برائی ہے جو غیر مسلموں کے اندر ہے اور مسلمانوں کے اندر نہیں ہے۔ بلکہ بعض برائیاں تو ایسی ہیں جو غیر مسلموں میں نہیں ہیں لیکن مسلمانوں میں موجود ہیں اور بہت بڑے پیمانے پر ہیں۔ غیر مسلموں کے اندر امداد باہمی اور اتحاد و اتفاق کا مزاج پایا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں میں یہ چیز ہے ہی نہیں۔ مسلمان اس وقت بے سر کی فوج بنے ہوئے ہیں۔

انسان ایک گناہ ایسا کرتا ہے جس کا اثر صرف اس کی ذات پر پڑتا ہے، معاشرے کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جیسے اس کو شراب پینے کی عادت پڑگئی یا جوا کھیلنے کی عادت پیدا ہوگئی۔ ایک آدمی شراب پی کر یا جوا کھیل کر اپنا ہی نقصان کرے گا، دوسروں کی ذات کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کو اگر روکا اور ٹوکا جائے تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اپنی صحت خراب کررہا ہوں اور اپنا مال ضائع کررہا ہوں تم کو اس سے کیا؟ لیکن ایک گناہ ایسے ہوتا ہے جس سے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے اور بڑا بھاری نقصان پہنچتا ہے اس بات کو بہت تفصیل سے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ موجودہ ماحول اور معاشرے میں پوری انسانیت اس کا مشاہدہ کررہی ہے اور اس کو جھیل رہی ہے۔

اسلام میں اخلاقیات کو بہت اونچا درجہ دیا گیا ہے۔ اخلاق کو سنوارنے کے لئے اور اخلاق کو برائی سے بچانے کے لئے قرآن میں ہدایات بھری پڑی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اقوال ہیں جن میں انہوں نے اخلاق کو سنوارنے اور انہیں بگڑنے سے بچانے کی تلقین کی ہے۔ کم لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ اخلاق کا تعلق ایمان سے ہے۔ جس آدمی کا اخلاق خراب ہے اس کا ایمان بھی ناقص ہے ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ انسان اعلیٰ اخلاق کا حامل ہو۔ بہت نمایاں قسم کی بداخلاقی یہ ہے کہ انسان جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے، امانت میں خیانت کرے، جھگڑا کرے تو آپے سے باہر ہوجائے اور طیش میں آکر گالم گلوج پھر مارا ماری پر آمادہ ہوجائے، اپنے فرض سے کوتاہی کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری کے ساتھ ادا نہ کرے۔ اپنے لئے اچھی چیزیں پسند کرے اور دوسروں کے لئے بری چیزیں پسند کرے۔ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کا نقصان کرنے پر تیار ہوجائے اور سب سے بڑی بداخلاقی یہ ہے کہ انسان دولت اور دنیا کا کتا بن جائے۔ دولت اور دنیا کی ہوس اس کو ایسا بنادے کہ وہ انسانیت، شرافت، ایمانداری امانت داری، حسن سلوک، ہمدردی، خیر خواہی اور رشتہ داری تک کو فراموش کردے۔

قدرت نے انسانوں کو جن فرائض کا ذمہ دار بنایا ہے، ان میں ایک بہت بڑا فرض نسل کی افزائش ہے اور اس کو دنیا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے قابل بنایا ہے اولاد انسان کی ایسی دولت ہے جو دنیا میں بھی کام آتی ہے اور مرنے کے بعد بھی صدقہ جاریہ بن جاتی ہے۔ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب اولاد کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی ملتا ہے۔ قرآن نے حکیم لقمان کے حوالے سے اولاد کو عمدہ نصیحتیں کی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ”اپنی اولاد کا احترام کرو اور اس کو اچھا ادب سکھاؤ۔“ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی ماں باپ نے اپنی اولاد کو اچھا ادب سکھانے سے زیادہ قیمتی تحفہ نہیں دیا ہے۔

دنیا پرستی اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی ہوس نے انسان کو ایسا دیوانہ بنادیا ہے کہ وہ اپنی سب سے قیمتی دولت اولاد کی طرف سے غافل ہوگیا ہے۔ اس وقت اولاد کے پیدا ہونے کے بعد کچی عمر میں ہی اس کو اسکول بھیج دیا جاتا ہے اور والدین کو یہ فکر رہتی ہے کہ ان کا بچہ اچھے سے اچھے نمبر لا کر امتیازی حیثیت سے امتحان پاس کرجائے۔ اس کی پڑھائی کیسی ہورہی ہے، وہ علم کتنا حاصل کررہا ہے، اس کی عادتیں کتنی سنور رہی ہیں، وہ تہذیب و شائستگی کتنی سیکھ رہا ہے، اس کے اخلاق کا کیا حال ہے، وہ مسلمان بن رہا ہے یا نہیں، وہ بری عادتوں میں تو نہیں مبتلا ہورہا ہے ان باتوں کی والدین کو کوئی فکر نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جس اسکول کے حوالے بچے کو کردیا ہے یا جس ہاسٹل میں ڈال دیا ہے اب یہ سارا کام ان کے کرنے کا ہے۔ بچے یا بچی کے بارے میں کوئی شکایت آتی ہے تو بجائے اپنا محاسبہ کرنے کے اسکول والوں سے شکایت کرتے ہیں کہ بچہ بگڑ رہا ہے۔ لیکن بڑے اور مہنگے اسکولوں کا معاملہ الٹا ہے۔ بجائے اس کے کہ والدین ان سے شکایت کریں وہی والدین سے شکایت کرتے ہیں کہ اپنے بچے کو سنبھالئے ورنہ اسکول سے نام کاٹ دیا جائے گا۔

اس وقت ٹیلی ویژن اور سنیما کے ذریعہ موج مستی کرنے، ہر طرح آزاد رہنے، اپنی من مانی کرنے، فحش و عریاں لباس پہننے، اپنی ضد کو پورا کرانے کا جو مزاج بنایا جارہا ہے اس کا بہت گہرا اور برا اثر نئی نسل پر پڑ رہا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی بدمزاجی اور بری عادتیں نہ صرف گھر والوں اور اہل خاندان کے لئے بلکہ پورے معاشرے کے لئے دردسر بنتی جارہی ہیں۔ ان کی سرکشی سے نہ گھر محفوظ ہے نہ اسکول کالج اور نہ یونیورسٹی۔ سیاست کاروں نے اپنے فائدے کے لئے طالب علموں کو استعمال کرکے ان کو اور بگاڑ رکھا ہے۔ ایسے وقت میں والدین اگر بچوں کی تربیت کی طرف غافل رہتے ہیں اور ان کی معاشرے کے لئے دردسر بنانے کا کام کرتے ہیں تو اس کا نقصان صرف معاشرے کو ہی نہیں پہنچے گا اس کا خمیازہ ان کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ بچوں اور بچیوں کو اچھا سے اچھا کھانا کھلانا، اچھے اور قیمتی لباس پہننا، ان کی ہر خواہش پوری کرنا ان کی بھلائی نہیں ہے، ان کی اچھی تربیت کرنا، ان کو اچھا دل اور دماغ دینا، ان کو اچھی عادتوں کا حامل بنانا اور ان کو شائستگی، تہذیبی اور شرافت سکھانا ان کی ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔ لیکن موجودہ معاشرے کے مرد کو روپیہ کمانے کی دھن اور گھر کی خاتون کو اپنی پسند کی زندگی گزارنے کی فکر اس کی فرصت کہاں دیتی ہے کہ ایسی باتوں پر وہ دھیان دیں۔ چنانچہ موجودہ مسئلے کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت کا معاشرہ سب سے بڑا گناہ یہ کررہا ہے کہ بچوں اور بچیوں کو پیدا کرکے انتہائی بدتمیز، بیہودہ، نالائق اور سرکش بنا رہا ہے، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے کے لئے بھی مصیبت بنتے جارہے ہیں۔ یہ ایسا اجتماعی گناہ ہے جس میں پورا معاشرہ شریک ہے۔ اس گناہ عظیم یعنی فطرت سے بغاوت کا انجام دکھائی دینے لگا ہے۔ لڑکے تو لڑکے لڑکیاں بھی اب والدین کی مرضی کی پروا کئے بغیر اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔ یہ آزادی کی لہر جیسے جیسے تیز ہوتی جائے گی ویسے ویسے خاندان اور نسل کا خاتمہ ہوتا جائے گا اور گویا معاشرہ اپنی شناخت کھودے گا۔ جن لوگوں کو اپنے خاندان، نسل اور ذات پر گھمنڈ ہے وہ بھی اس سیلاب میں بہہ جائیں گے۔ جب سیلاب آجاتا ہے تو اس کو روکنا ممکن نہیں ہوتا ہیں۔ اس وقت برائی کا سیلاب اپنے جوش پر ہے اس سے بچنا آسان نہیں ہے۔ لیکن کوشش سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جو والدین اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنا فرض ادا کریں گے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی نسل کو تباہی سے بچانے کا انتظام کردے۔ یا کم سے کم اتنا تو ہوگا ہی کہ ان کا ضمیر ان کو ان کی کوتاہی پر ملامت نہیں کرے گا اور وہ اپنے رب کے حضور جوابدہی سے بچ جائیں گے۔

●●

شرکت مضاربت

عبداللہ

لغت میں ”شرکت“ کے معنی ہیں ایک حصے کو دوسرے حصے کے ساتھ اس طرح ملا دینا کہ دونوں حصوں میں امتیاز نہ رہے۔ شرع میں ”شرکت“ کے یہ معنی ہیں (دو یا زیادہ کے مابین ایک عقد جس میں نفع کے قصد سے مالی کام کی ادائیگی پر اتفاق ہو) تمام عقود کی طرح عقد شرکت بھی، ایجاب اور قبول، دونوں کا متقاضی ہے۔ ایجاب یہ ہے کہ کوئی کہے کہ ”میں نے تمہیں فلاں میں اپنا شریک بنایا“ اور قبول یہ ہے کہ کوئی کہے کہ ”میں نے قبول کیا۔“ لیکن مذکورہ الفاظ کی نہیں بلکہ معنی کی پابندی لازمی ہے، یعنی اس میں ایجاب اور قبول کا پایا جانا جو اس بات کا فائدہ دے کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے سے زبانی یا تحریری طور پر، کسی چیز پر شرکت کے بارے میں مخاطب ہو، اور دوسرا اسے قبول کرے، فقط اشتراک پر اتفاق سے عقد معتبر نہیں ہوگا، اسی طرح اشتراک کے لئے مال دینے سے بھی عقد معتبر نہ ہوگا، بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ عقد کسی چیز پر شرکت کے معنی کو شامل ہو۔ عقد شرکت کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ معقود علیہ پر تصرف (کا حق) ہو اور اس عقد شرکت میں معقود علیہ پر جو تصرف ہے، وہ وکالت کے قابل ہو، اس طرح کہ تصرف سے جو فائدہ ہو وہ یہ دونوں آپس میں بانٹ لیں۔

شرکت جائز ہے کیوں کہ جب رسولؐ کی بعثت ہوئی تو لوگ یہ معاملہ کیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اقرار فرمایا اور لوگوں کے اس معاملہ پر آپ کا اقرار اس کے جواز پر ایک شرعی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں کے درمیان ایک تیسرا شریک ہوں جب تک ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔“ (ابوداؤد)

شرکت جیسے مسلمانوں میں آپس میں جائز ہے، ایسے ہی ذمیوں میں بھی آپس میں جائز ہے اور اسی طرح مسلمانوں اور ذمیوں کے مابین بھی جائز ہے اور اسی طرح مسلمانوں اور ذمیوں کے مابین بھی جائز ہے۔ پس مسلمان کی کسی نصرانی یا مجوسی یا کسی اور ذمی کے ساتھ شراکت صحیح ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے (یہ) معاملہ کیا جب کہ وہ یہود تھے کہ (اس کی) آدھی پیداوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگی۔“ (مسلم) لہٰذا یہود و نصاریٰ اور دیگر ذمیوں سے شراکت کرنا جائز ہے کیوں کہ ان کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر ذمی لوگ سور یا شراب کو فروخت کریں جب کہ وہ کسی مسلمان کے ساتھ شریک ہوں تو یہ ان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ البتہ اگر یہ سور اور شراب کی فروخت، مسلمانوں کے ساتھ شراکت سے قبل ہوئی ہو تو اس فروخت سے حاصل شدہ ثمن (مال) شرکت کے لئے حلال ہوگا۔ شرکت صرف تبھی صحیح ہوگی جب تصرف جائز ہو، کیوں کہ عقد مال میں تصرف پر ہوتا ہے، پس یہ بغیر مال میں تصرف کے صحیح نہ ہوگا اور اس لئے مجور علیہ کے ساتھ شراکت جائز نہیں اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے ساتھ جس کے پاس تصرف کا حق نہیں ہے۔

شرکت یا تو املاک کی ہوسکتی ہے یا پھر عقود کی۔ شرکت املاک یہ ہے کہ وہ عین کی شرکت ہو جیسا کہ وراثت، تجارت یا ہبہ سے حاصل شدہ عین یا ان سے ملتے جلتے معاملات، جب کہ شرکت عقود میں ملک کو بڑھانا موضوع بحث ہوتا ہے۔ اسلام میں شرکات عقود کے استقراء اور ان سے متعلقہ احکام شرعیہ اور ان کے وارد شدہ شرعی دلائل کی تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شرکات کی یہ پانچ انواع ہیں شرکت مضاربت، شرکت عنان، شرکت ابدان، شرکت وجوہ اور شرکت مفاوضہ۔

مضاربت کو ”قراض“ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور یہ بدن اور مال میں شرکت ہے۔ اس کے معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا مال اس لئے دے کہ وہ اس سے اس کے لئے تجارت (کاروبار) کرے اور جو نفع حاصل ہوا سے شرائط کے مطابق ان دونوں میں تقسیم کردیا جائے۔ البتہ مضاربت میں خسارہ فریقین کے اتفاق کے تابع نہیں، بلکہ اس کے جو شرع میں وارد ہوا ہے۔ اور شرع کے مطابق مضاربت میں خسارہ صرف مال پر ہوتا ہے، نہ کہ مضارب (جس کو مال دیا گیا ہو) پر، خواہ رب المال (مالک مال) اور مضارب نفع اور نقصان، دونوں میں شریک ہونے پر اتفاق کرلیں، لیکن پھر بھی وہ صرف نفع میں شریک ہوں گے جب کہ خسارہ مال پر ہی ہوگا۔ یہ اس لئے کیوں کہ شرکت وکالت ہے اور وکیل کا حکم یہ ہے کہ وہ ضامن نہیں ہوتا، اور خسارہ فقط موکل پر واقع ہوتا ہے، الجامع میں عبدالرزاق سے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا ”نقصان مال پر ہے اور نفع اس کے مطابق جس پر اتفاق ہوا ہے۔“ پس بدن نقصان نہیں اٹھاتا، صرف محنت میں خسارہ ہوتا ہے۔ یعنی محنت ضائع ہوجاتی ہے اور خسارہ مال پر باقی رہتا ہے۔

مضاربت تب تک صحیح نہ ہوگی جب تک مال کام کرنے والے (یعنی مضارب) کے حوالے نہ کردیا جائے اور ان (مالک مال اور مال) کے مابین علیحدگی نہ ہوجائے، یہ اس لئے کیونکہ مضاربت کا تقاضا یہ ہے کہ مال کو مضارب کے سپرد کردیا جائے۔ مضاربت میں کام کرنے والے کا حصہ مقرر کرنا لازم ہے اور جس مال پر مضاربت واقع ہو، اس کی مقدار معلوم ہو۔ یہ صحیح نہیں ہوگا کہ مالک مال مضارب کے ساتھ مل کر کام کرے، خواہ اس کی شرط لگادی گئی ہو۔ یہ اس لئے کیوں کہ اسے تصرف مال کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، بلکہ صرف مضارب کو اس کا اختیار حاصل ہے، وہی کام کرتا ہے اور مال اسی کے پاس رہتا ہے۔ یہ اس لئے کیوں کہ عقد شرکت کا مضارب کے بدن اور مالک کے مال پر مرتب ہوتا ہے، نہ کہ مالک کے بدن پر، لہٰذا شرکت میں اس کی حیثیت اجنبی جیسی ہوتی ہے۔ جس کا اس میں کسی قسم کا اختیار نہیں ہوتا۔ البتہ مضارب اس سے مقید ہے جس کی اجازت تصرف میں مالک نے اسے دی ہو اور اسے اجازت نہیں کہ وہ اس کی خلاف ورزی کرے، کیونکہ وہ اس کی اجازت سے متصرف بنتا ہے، پس مثلاً اگر وہ فقط اون کی تجارت سے متصرف بنتا ہے، پس مثلاً اگر اسے فقط اون کی تجارت کرنے کی اجازت دی گئی ہو یا اسے سامان کو بحری راستے سے لانے سے منع کیا گیا ہو تو یہ مالک کا حق ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مالکِ مال شرکت میں تصرف کررہا ہے۔ بلکہ اس کا فقط یہ مطلب ہے کہ مضارب ان حدود میں مقید ہے جن کی اجازت مالک مال نے اسے دی ہے۔ لہٰذا شرکت میں تصرف کام کرنے والے میں محصور ہے اور تصرف میں مالکِ مال کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

نیز مضاربت میں دونوں کے مال میں اشتراک اور ایک کا بدن (محنت) بھی جائز ہے۔ مثلاً دونوں کے پاس کل تین ہزار کی رقم ہے، ایک کا ایک ہزار اور دوسرے کا دو ہزار تو اگر دو ہزار والا ایک ہزار والے کو نصف نفع کے عوض، ان دونوں کے مال میں تصرف کی اجازت دے تو یہ شرکت صحیح ہوگی اور یوں ایک ہزار والا مضارب ہوگا اور دو ہزار والے کا شریک۔ اسی طرح مضاربت میں یہ بھی جائز ہے کہ مال میں دو شریک ہوں اور کوئی تیسرا مضارب ہو۔ یہ تمام صورتیں مضاربت کے باب میں داخل ہیں۔

مضاربت کا شرعی جواز اس حدیث شریف سے ثابت ہے ”حضرت عباس بن عبدالمطلب مضاربت کا مال معین شرائط پر مضارب کو دیا کرتے تھے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور آپؐ نے اسے پسند فرمایا۔“ نیز مضاربت کے جواز پر اجماع صحابہ بھی منعقد ہوا۔ آج امت میں بے شمار ہونہار اور قابل لوگ موجود ہیں جن کا تعلق مختلف شعبوں سے ہے، مگر سرمایہ کی کمی کی وجہ سے وہ لوگ اپنے افکار کو بروئے کار لانے سے قاصر ہیں۔ مسلم حکومتیں ایسے لوگوں کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتی ہیں۔ یعنی انہیں مختلف پراجیکٹ کے لئے سرمایہ فراہم کرسکتی ہیں تاکہ وہ لوگ ان پر کام کریں، جس سے نہ صرف انہیں خود کو بلکہ معاشرے اور ریاست کو بھی فائدہ ہوگا۔

●●

امریکی فوجیوں کی خودکشی میں اضافہ

واشنگٹن۔ امریکی فوج میں متواتر دوسرے سال خودکشی کی شرح میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ امریکی فوج کے نائب سربراہ کا کہنا ہے کہ افغانستان اور عراق میں جاری جنگ ہی خودکشی میں اضافہ کی وجہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ طویل دورانیہ کی تعیناتی اور دباؤ خودکشی کی وجوہ ہیں۔ امریکی فوج کا کہنا ہے ۲۰۰۸ء میں ۱۲۸ خودکشی کے واقعات سامنے آئے اور مزید ۱۵ ہلاکتوں کی تفتیش جاری ہے۔ فوجی حکام کا کہنا ہے کہ ان ہلاکتوں کی وجوہ معلوم نہیں ہیں لیکن بیرون ملک جنگوں کا دباؤ ایک بڑی وجہ ہوسکتی ہے۔ فوجی حکام کا کہنا ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور اس سلسلے میں تربیتی سیشن بھی شروع کئے گئے ہیں۔ امریکی فوج کے سکریٹری پیٹ گیرن نے کہا یہ ہمارے لئے سب سے اہم چیلنج ہے۔ خودکشی کے واقعات کیوں بڑھتے جارہے ہیں؟ ہم یہ تو آپ کو نہیں بتاسکتے لیکن اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم کوشاں ہیں۔

خطوط و مسائل

دہشت گردی سے نجات کی راہ

دہشت گردی ساری دنیا میں آج کا ایک سلگتا ہوا موضوع اور عنوان ہے۔ سارے ہی انسان اس مصیبت سے پریشان ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اس عفریت سے کیسے اپنے آپ کو اور قوم کو بچائیں۔ اس کے اسباب کیا ہیں کیسے اس کا تدارک ہو۔ دہشت گردی کے پس پردہ کون لوگ ہیں اور اسے فروغ دینے کے پیچھے ان کی منشا کیا ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات تقریباً ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کے وسائل حیات کا ایک بڑا حصہ ایک قلیل ترین اقلیت کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ جو کہ شاید دنیا کی آبادی کا بہ مشکل پانچ یا سات فی صد ہوگا اور لوگوں کی عظیم ترین اکثریت اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے وسائل و ذرائع سے محروم ہے۔ یہ اقلیت جس نے انسانی زندگی کے وسائل پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے، یہ چاہتی ہے کہ یہ صورتحال ہمیشہ برقرار رہے چاہے لوگ فاقہ کشی و غربت سے مرجائیں یا خودکشی کرلیں۔ مگر ان کے عیش و آرام میں خلل واقع نہ ہو، یہ ہر لحاظ سے بہت زیادہ طاقتور ہے اور ہر طرح کی قوت و طاقت کو انہوں نے حاصل کرلیا ہے۔ مثلاً معاشی قوت، سائنس و علم کی قوت اور خاص طور پر جنگی و سیاسی قوت و طاقت۔ یہ ساتھ ہی ساتھ بہت زیادہ ظالم اور خود غرض بھی ہیں ان کو سب سے زیادہ ڈر دین اسلام سے لگتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر دین اسلام لوگوں میں پھیل گیا تو ان کی بدمعاشیاں پھر نہیں چل سکیں گی۔ اس لئے یہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام کو دنیا بھر میں بدنام کردیا جائے کہ کہیں لوگ اس سے واقف و متاثر ہوکر اس کے سایۂ رحمت میں نہ چلے جائیں۔ ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا مظلوم کی مدد تو ہم سمجھ سکتے ہیں مگر ظالم کی مدد ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑلو اور اس کو ظلم نہ کرنے دو۔ ظاہر ہے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے باز رکھنے کے لئے اُس سے زیادہ قوت و طاقت درکار ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ ہر طرح کی قوت و طاقت کو ہم کیسے حاصل کریں۔ اس کا جواب انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ انفاق اللہ کی راہ میں صرف مال خرچ کرنے کو نہیں کہتے ہیں بلکہ اپنا وقت اپنی صلاحیتیں، اپنا تجربہ، اپنی ذہنی و جسمانی قوتیں اللہ کی راہ میں لگانے کو بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ انفاق کرنے سے انسان محروم نہیں ہوتا بلکہ اللہ رب العزت اس کو آخرت میں بھی اجر دے گا اور دنیا میں بھی اسے اور زیادہ نوازے گا۔ یہ ہے قوت و طاقت حاصل کرنے کا راز اور اللہ کی راہ یہ ہے کہ (۱) دین اسلام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک موثر ترین طریقے پر پہنچانے کے لئے اپنا مال وقت اور صلاحیتوں لگائیں دین اسلام کا تعارف کرا کر انہیں اسے قبول کرنے کی حکمت و دانائی سے دعوت دیں اور اسے قولی و عملی ہر طرح سے مکمل طور پر اختیار کرنے پر آمادہ کریں۔ (۲) ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی پر اپنا مال، وقت، علم اور تجربہ لگائیں۔ اس طرح ہم اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرسکیں گے، جس شخص سے اللہ راضی ہوتا ہے تو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ فلاں شخص سے میں راضی ہوں اس کی محبت تم انسانوں کے دلوں میں ڈال دو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ رب العزت نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ انسانوں کی عظیم تعداد کے دلوں میں ڈال دی۔ اور لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قوت و طاقت عطا فرمائی اور آپؐ دین اسلام کو سرزمین حجاز میں قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اسی طریقے سے ہم ہر طرح کی قوت و طاقت حاصل کرکے دنیا میں امن و امان قائم کرسکتے ہیں اور آخرت میں بھی سرخرو ہوسکتے ہیں۔

محمود پٹیل، ۱۴۱ کامبیکر اسٹریٹ، تھرڈ فلور، روم نمبر ۹، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

انکوائری سے راہِ فرار کیوں؟

ممبئی میں ہونے والے واقعہ پر دوسرے اُردو اخباروں کی طرح سہ روزہ دعوت میں بھی بہت کچھ آچکا ہے۔ حکومت کی طرف سے پارلیمنٹ میں انتولے کے اٹھائے ہوئے سوالات پر نئے وزیر داخلہ چدمبرم نے جو بیان دیا ہے اس سے ممکن ہے انتولے مطمئن ہوگئے ہوں کیونکہ ان کے سامنے پارٹی ڈسپلن ایکشن، کا بھی سوال تھا۔ لیکن کانگریس کی طرف سے چدمبرم نے جو بیان دیا ہے کیا وہ ان تینوں ایماندار اور فرض شناس آفیسروں کے اہل خاندان اور ہندوستان کے پندرہ کروڑ مسلمانوں کو بھی مطمئن کرسکا؟ بٹلہ ہاؤس ”انکاؤنٹر“ جس میں انسپکٹر موہن چندر شرما مارے گئے اور اب ممبئی پر دہشت گردانہ حملے کی جس میں مہاراشٹر اے ٹی ایس کے تین سینئر انتہائی ایماندارانہ اور فرض شناس آفیسر مارے گئے وزیر اعظم منموہن سنگھ کی طرف سے تحقیقات کرانے سے مسلسل انکار نے خود وزیر اعظم کی پوزیشن کو مشکوک بنادیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے اور اپوزیشن لیڈر ایل کے آڈوانی کے درمیان ہونے والی ٹیلی فون پر گفتگو اور وزیر اعظم کے اس پیغام کے بارے میں جو انہوں نے قاصد کے ذریعہ آڈوانی کو بھیجا تھا، تحقیقات کے دائرے میں لایا جائے۔ کہیں ایسا تو نہیں جس طرح بابری مسجد انہدام کے سلسلے میں اس وقت کے وزیر اعظم نرسمہا راؤ اور بی جے پی کے لیڈروں کے درمیان ”خاموش معاہدہ“ ہوا تھا ویسا ہی معاہدہ منموہن سنگھ اور آڈوانی کے درمیان ہوا ہو۔ دہشت گردوں کا بلا کسی روک ٹوک کے گجرات کے راستے مہاراشٹر میں داخل ہوجانا اور ملک کی خفیہ ایجنسیوں اور بارڈر سیکورٹی فورس کے دستوں کو کانوں کان خبر نہ ہونا بڑا معنی خیز ہے۔ اگر منموہن سنگھ اور آڈوانی کے درمیان ہونے والی گفتگو اور پیغام کا صحیح پتہ چل جائے تو ممکن ہے کہ ممبئی پر ہونے والے دہشت گردانہ حملے اور ہیمنت کرکرے اور ان کے دو ساتھیوں کی ہلاکت کے راز پر سے بھی پردہ اُٹھ جائے۔

حاجی بلیغ العلیٰ، نظام پور، گورکھپور (یوپی)

بقیہ: صہیونیت کا مکروہ چہرہ دکھانے میں ”رامتان“ کا کردار

شہدی کاشف نے بتایا کہ ہم نے ہر نئے دن کے ساتھ اپنا پیشہ ورانہ سفر آگے کی جانب بڑھایا ہے جب ہم نے ٹی وی چینلز کو فوٹیج اور رپورٹس کی پیش کش کی تو اس کے بعد ہمارے صارف میڈیا اداروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ۲۰۰۴ء میں ہم نے ایک خبر رساں ادارے کے قیام کا فیصلہ کیا۔

انہوں نے بتایا: ”میں نے ایک سیٹلائٹ چینل کرائے پر حاصل کیا اور روزانہ چار گھنٹے کی نشریات شروع کردیں“ لیکن اسرائیل کی جانب سے گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے جاری غزہ کے محاصرے اور ۲۷ دسمبر کو حملوں کے آغاز کے بعد ٹی وی کوریج کے لئے درکار بنیادی آلات اور اشیاء کا حصول مشکل ہوگیا۔

کاشف نے بتایا کہ رامتان پر غزہ میں ریکارڈنگ ٹیپس لانے پر پابندی عائد کردی گئی جس کی وجہ سے ہمیں اپنے بہت سے کیمروں کو بند کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ براہ راست نشریات کے لئے کیبلز، تار لانے پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے وسائل بہت محدود ہیں جس کی وجہ سے ہمیں شدید مشکلات کا سامنا ہے حتیٰ کہ ہمیں اپنے بجلی پیدا کرنے والے جنریٹرز کے لئے ایندھن بھی بلیک مارکیٹ سے خریدنا پڑتا ہے۔

لیکن ان تمام تر مشکلات اور مسائل کے باوجود اسرائیل کی جانب سے غیر ملکی صحافیوں کے غزہ میں داخلے پر پابندی کے بعد رامتان دنیا کو صیہونی فوج کے حملوں کی تباہ کاریوں کی حقیقی تصویر دکھانے میں کامیاب رہی ہے۔ اسرائیلی حملوں کے نتیجے میں غزہ کی پٹی میں تیرہ سو سے زیادہ فلسطینی شہید ہوئے ہیں اور علاقے کی تقریباً پندرہ لاکھ آبادی کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

(العربیہ ٹی وی)

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● ممبئی- آئندہ پارلیمانی انتخابات کے پیش نظر یہاں ہندوتوا وادی مختلف تنظیموں کے رہنماؤں نے ملک کا سیکولر کردار ختم کرکے اسے ہندوراشٹر بنانے کی غرض سے ایک مشترکہ محاذ ''دھرم رکشا منچ'' تشکیل دیا اور اعلان کیا کہ یہ منچ ہندوراشٹر کے قیام کے لئے ملک گیر مہم چلائے گا اور ۲۰رفروری سے ۲۰رمارچ تک لوگوں کو ہندوتو مہم میں شریک کرنے کے لئے یاترائیں نکالے گا۔

● ممبئی- مہاراشٹر اے ٹی ایس نے ۱۷رجنوری ۲۰۰۹ء کو کرناٹک کے اڈپی شہر میں ایک میٹنگ کی ایک ایسی ویڈیو سی ڈی برآمد کی ہے جس سے شری رام سینا، ہندوجاگرن سمیتی اور ابھینو بھارت کے درمیان دہشت گردانہ کارروائیوں کے لئے گہرے ربط کا پتہ چلتا ہے۔

● نئی دہلی- دہلی سلسلہ وار بم دھماکوں کے ایک ملزم ثاقب نثار نے دہلی ہائی کورٹ میں ۷رفروری سے ایم بی اے کا امتحان دینے کے لئے عرضی داخل کی ہے۔ عدالت نے پولیس کو نوٹس جاری کرکے ۴رفروری تک جواب داخل کرنے کی ہدایت دی ہے۔

● نئی دہلی- دہلی کے لیفٹیننٹ گورنر نے مرکزی حکومت کی یقین دہانی کے برعکس پولیس اور بی جے پی کے دباؤ میں بٹلہ ہاؤس کے مبینہ انکاؤنٹر کی جوڈیشیل انکوائری کرانے کا مطالبہ مسترد کردیا اور اس بابت کوئی حکم دینے سے انکار کردیا۔ یہ قدم انہوں نے دہلی کرائم برانچ کی ابتدائی رپورٹ کے بعد اٹھایا۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے پاکستان سے اس رپورٹ کو عام کرنے کا مطالبہ کیا ہے جس کے بارے میں برطانیہ میں پاکستانی ہائی کمشنر واجد شمس الحسن نے کہا تھا کہ ہندوستان کی طرف سے فراہم کردہ اطلاعات کی بنیاد پر ابتدائی جانچ میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ممبئی پر حملے کی سازش پاکستان سے باہر رچی گئی تھی۔

● بھوپال- یہاں موضع کوٹھری ضلع سیہور میں دیواس- بھوپال کاریڈور کے لئے جگہ فراہم کرنے کی غرض سے قدیم مسجد کو بڑی تعداد میں پولیس کے موجودگی میں شہید کردیا گیا۔ مسلمانوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے گورنر بلرام جاکھڑ سے پھر سے اسی جگہ پر مسجد تعمیر کرانے کا مطالبہ کیا۔

● نئی دہلی- یہاں جنتر منتر پر ۲۹رجنوری کو ہزاروں کی تعداد میں دہلی، اعظم گڑھ اور مختلف شہروں کے ہزاروں مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی انکوائری کا مطالبہ کیا۔ بعد میں علماء کونسل نے مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم سے بھی ملاقات کرکے بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر اور گزشتہ دس برسوں سے دہشت گردی کے واقعات اور مسلمانوں کی گرفتاری کی انکوائری سپریم کورٹ کے ایک جج سے کرانے کا مطالبہ کیا۔

● نئی دہلی- یوپی اے کی حلیف پارٹیوں نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے کہ کانگریس آئندہ لوک سبھا انتخابات میں قومی سطح پر انتخابی اتحاد نہیں کرے گی اور نہ ہی مشترکہ مینی فیسٹو پر الیکشن لڑے گی۔

● نئی دہلی- ورلڈ بینک نے ہندوستان کے بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور عوام کے معیار زندگی بلند کرنے کی غرض سے سات غریب ترین ریاستوں، بہار، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، اڑیسہ راجستھان اور اترپردیش کی مدد کے لئے ۱۴ ارب ڈالر کا پیکیج تیار کیا ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر آبی وسائل سیف الدین سوز نے یہاں ایک بحث میں کہا کہ جموں وکشمیر کی تقسیم کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ جولوگ اس کی وکالت کررہے ہیں وہ اس جمہوری ملک کے خیرخواہ نہیں ہیں۔

● ممبئی- حج کمیٹی آف انڈیا کے ایگزیکٹیو افسر محمد ادریس نے کہا ہے کہ آئندہ حج سعودی حکومت کی ہدایت پر انٹرنیشنل پاسپورٹ سے ہوگا لیکن کمیٹی نے درخواست کی ہے کہ اس مسئلے کو دوسال کے لئے ملتوی کردیا جائے۔

● نئی دہلی- مرکزی کابینہ کی اقتصادی امور سے متعلق کمیٹی سے پرسار بھارتی کے تحت آکاش وانی اور دوردرشن کے تمام ملازمین کو مرکزی حکومت کے ملازمین کا درجہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہیں ان کی ملازمت سے سبکدوشی تک ڈیپوٹیشن پر تصور کیا جائے گا۔

بین الاقوامی

● اسلام آباد- پاکستان کے صدر آصف علی زرداری نے کہا ہے کہ ان کی حکومت ممبئی حملوں سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ دو تین دنوں کے اندر جاری کردے گی۔ واضح رہے کہ حکومت پاکستان نے جانچ کے لئے جو سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی اس کی ڈیڈلائن ۲۷رجنوری کو ختم ہوچکی ہے۔

● سان جوان- خلیج گوانتاناموکے ایک فوجی کرنل جیمس پال نے صدر بارک حسین اوبامہ کی اس درخواست کو مسترد کردیا کہ ملزمان کے خلاف مقدمات کی سماعت معطل کردی جائے۔ واضح رہے کہ صدر نے ایک سال کے اندر جیل کو بند کرنے کے آرڈر پر دستخط کردیا ہے۔

● سیول- کشیدگی پیدا ہونے کے بعد شمالی کوریا نے جنوبی کوریا کے ساتھ اپنے تمام معاہدوں کو ختم کردیا ہے۔ سرحد پر لڑائی کا بھی اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔

● کولمبو- سری لنکا کے صدر مہندا راج پکسے کی طرح سے ۴۸ گھنٹے کی یکطرفہ جنگ بندی کے اعلان کے بعد باغی ایل ٹی ٹی ای نے کہا ہے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر جنگ بندی کے لئے تیار ہیں۔

● واشنگٹن- امریکی محکمہ دفاع نے کہا ہے کہ دفاع رابرٹ گیٹس چند دنوں کے اندر افغانستان میں مزید امریکی فوج تعینات کرنے کے لئے اپنی سفارشات صدر بارک اوبامہ کو پیش کردیں۔ افغانستان میں فی الحال ۳۲ہزار امریکی اور ۲۸ہزار ناٹو کے فوجی ہیں۔ امریکہ اپنے فوجیوں کی تعداد ۶۰ ہزار کرنا چاہتا ہے۔ دریں اثنا افغانستان میں ۱۳ امریکی فوجی ہلاک اور ۲۶ زخمی ہوگئے۔

● واشنگٹن- امریکی فوج میں متواتر دوسرے سال بھی خودکشی کی شرح میں اضافہ ہوا۔ ۲۰۰۸ء میں ۱۲۸ فوجیوں نے خودکشی کی، مزید ۱۵ ہلاکتوں کی تفتیش جاری ہے۔ خودکشی کی وجہ عراق اور افغانستان جنگ بتائی جارہی ہے۔

● اسلام آباد- وفاقی وزیر پارلیمانی امور بابر اعوان نے یہاں نامہ نگاروں کو بتایا کہ وفاقی کابینہ کی بین وزارتی کمیٹی نے قومی احتساب بیورو یا نیب کے خاتمہ کے قانون کو منظوری دے دی۔ نئے مجوزہ قانون کے تحت عوامی عہدے رکھنے والے سیاستدانوں کا اب پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی جس میں حزب اقتدار واختلاف کی برابر نمائندگی رہے گی کی سفارش پر ہی احتساب کیا جائے گا۔

● اقوام متحدہ- یہاں امریکہ کی نئی سفیر سوسینا رائس نے سلامتی کونسل میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کے ہاتھوں فلسطین پر کئے گئے حملے کے دوران اس کی فوج کی جانب سے بین الاقوامی قانون کی دھجیاں اڑانے سے متعلق الزامات کی تفتیش اسے ضرور کرنی چاہئے۔

● غزہ- حماس کے پاس ہزار سے زیادہ حامیوں نے اسرائیل کے حملے کو اسرائیل کی ایک بڑی ناکامی بتانے کے لئے یہاں اپنی فتح کا جلوس نکالا۔ ۲۳ روزہ جنگ میں دس فوجی سمیت ۱۳ اسرائیلی مارے گئے تھے۔ جب ۱۳۱۴ فلسطینی ہلاک شدگان میں ۴۱۲ بچے اور ۱۱۰ خواتین تھیں اور پانچ ہزار مجروحین میں ۱۸۵۵ بچے اور ۷۹۵ خواتین تھیں۔

● تہران- روس نے ایران کو ایم آئی ۱۷۱ جدید ہیلی کاپٹروں کی پہلی کھیپ فراہم کردی۔ یہ ۴۵ ملین ڈالر کا معاہدہ تھا۔ مذکورہ ہیلی کاپٹرز ایران سرچ اینڈ ریسکیو کارروائیوں کے لئے استعمال کرے اور وہ شدید گرمی اور سردی دونوں موسموں میں کام کریں گے۔

● بغداد- ۳۱رجنوری کو عراق کے ۱۸ میں سے ۱۴ صوبائی کونسلوں کی ۴۴۰ نشستوں کے انتخابات میں ۱۴ہزار ۴۰۰ امیدوار ہیں۔ اب تک انتخابی تشدد میں تین امیدوار اور دو کارکنان ہلاک ہوچکے ہیں۔

● نیویارک- بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادعی نے ایران کے تئیں سابقہ بش حکومت کی پالیسیوں کو ناکام بتاتے ہوئے کہا ہے کہ اوبامہ انتظامیہ تہران کے ساتھ سیدھی بات کرے اور پہلے سے کوئی شرط نہ رکھے۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی معاہدے میں ایوان کی سلامتی کی فکرمندیوں کو دور کرنا ہوگا اور علاقائی طاقت کی شکل اس کی خواہشات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

● بیروت- حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ نے کہا ہے کہ اسرائیل کے قبضے میں ۳۵۰ لبنانیوں اور فلسطینیوں کی لاشیں موجود ہیں۔

نئے امریکی صدر سے یورپی حکمرانوں کی اُمیدیں

منظور جنجوعہ (پیرس)

امریکہ کے نئے صدر باراک حسین اوبامہ کا صدر بننا کسی تاریخی واقعہ سے کم نہیں ہے۔ ایسے ملک میں جہاں کبھی سیاہ فاموں کو اچھوت سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا، جہاں سیاہ فاموں کے اسکول، ڈانسنگ کلب، پبلک ٹرانسپورٹ، ریستوران، عبادت گاہیں اور تفریح گاہیں الگ تھیں بلکہ کئی جگہوں پر یہاں تک لکھا ہوتا تھا کہ ''کتوں اور سیاہ فاموں کا داخلہ ممنوع ہے۔'' سیاہ فاموں سے نفرت کی جاتی رہی ہو۔ رہن سہن الگ رہا ہو، اس ملک میں کسی سیاہ فام کا صدر بننا تاریخی واقعہ اور انقلابی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے۔ صدر اوبامہ سے امریکی، یورپی، افریقی اور ایشیائی عوام کو بہت سی توقعات ہیں۔ ان سے قومی وعالمی معاشی، بحران اور عالمی امن کے قیام کے لئے بے شمار توقعات کی جارہی ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے سیاہ فام کو یوں محسوس ہورہا ہے جیسے ان کا کوئی عزیز امریکی صدر بن گیا ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ سیاہ فاموں کا احساس محرومی صدر اوبامہ کے آنے سے کم ہوگیا ہے اور یہ مارٹن لوتھر کنگ کے خواب کی پہلی تعبیر ہے۔ ابھی سینکڑوں خواب اور توقعات پوری ہونی باقی ہیں۔ یہ تبدیلی کا نقطۂ آغاز ہے۔ صدر باراک اوبامہ نے سب سے پہلے عوامی مدد سے فنڈز اکٹھے کرنے کا ریکارڈ قائم کیا، پھر پہلا سیاہ فام صدارتی امیدوار بن کر دوسرا ریکارڈ قائم کیا، پھر امریکی وائٹ ہاؤس میں براجمان ہوکر تیسرا ریکارڈ قائم کیا۔ حلف برداری کی تقریب اور پریڈ میں تین ملین کے قریب افراد نے شرکت کرکے صدر کے اعزاز میں چوتھا ریکارڈ قائم کروایا۔ ایسا شخص جس کے بارے میں مغربی میڈیا اپنے مخصوص مفادات کے لئے جانبداری بھی دکھاتا رہا۔ اس نے اپنے عوام کے دلوں کو جیتنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے لوگوں کو امن اور تحفظ کی امید دلائی۔ دنیا میں دہشت کی علامت بننے والے امریکہ کے امیج کو اوبامہ کس طرح بہتر کریں گے، اس بارے میں فوری طور پر کچھ کہنا مشکل ہے لیکن چونکہ وہ ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں، اس لئے اب تک سامنے آنے والے تمام بین الاقوامی سروے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اقوام عالم کو اوبامہ سے یہ امید ہے کہ وہ مظلوموں کی داد رسی کی کوشش کریں گے اور اپنے دور حکومت میں کئی ریکارڈ قائم کریں گے۔

مسلم ممالک کے عوام میں نفرت کی علامت بننے والے سابق صدر بش کی رخصتی اور صدر اوبامہ کے آنے سے خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ہر کسی کو یہ اُمید ہے کہ نئے صدر مسلمانوں سے زیادہ بہتر رویہ اپنائیں گے۔ عراقی، افغانی، اور فلسطینی عوام ان سے بڑی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی بہت سی اُمیدوں کو اس وقت اور بھی تقویت ملی جب نئے امریکی صدر نے مسلم ممالک سے احترام کا رشتہ استوار کرنے کی بات کی۔ جب انہوں نے عیسائیوں کے بعد مسلمانوں کا نام لیا حالانکہ امریکہ اور یورپی ممالک میں عیسائیوں کے بعد ہمیشہ سے یہودیوں کا نام لینے کا رواج ہے مگر انہوں نے اس روایت کو بھی تبدیل کرکے ایک نئی نوید سنائی جسے یورپی میڈیا نے بڑی اہمیت دی۔ اگرچہ بظاہر یہ کوئی اتنی بڑی تبدیلی نظر نہیں آتی لیکن یورپی میڈیا میں اس کا ذکر اور تبصرے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مغرب میں اوبامہ کی تقریر سے امریکی پالیسی میں تبدیلی محسوس کی گئی ہے۔ کچھ لوگ اسے بہت بڑا واقعہ اور بڑی تبدیلی سمجھ رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ امریکہ میں ہمیشہ صدر مضبوط یہودی لابی کو خوش کرنے کے لئے اسرائیل کا ذکر کرنا لازمی سمجھتا تھا۔ لیکن انہوں نے مسلم دنیا کو اُمید دلائی۔ اسی لئے مسلمانوں سے متعلق خبروں کو فرانسیسی اخبارات اور فرنچ نیوز ایجنسی AFP کے علاوہ روزنامہ لوموند نے لکھا ہے کہ امریکی صدر اوبامہ نے مسلم دنیا کا بالخصوص ذکر کرکے انہیں امن اور احترام کا پیغام دیا ہے۔ یہ صدر اوبامہ کی تبدیلیوں کا نقطۂ آغاز ہے، ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔

نئے امریکی صدر باراک اوبامہ کی تقریب حلف برداری عالمی میڈیا پر چھائی رہی۔ فرانسیسی ٹی وی چینلز نے حلف برداری کی تقریب براہ راست دکھائی جس سے یورپ میں امریکہ اور اس کے صدر کی اہمیت کا اندازہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ کئی یورپی تجزیہ نگاروں کی رائے ہے کہ صدر باراک حسین اوبامہ کے دور میں امریکہ کے خلاف نفرت کا خاتمہ ہوگا کیونکہ انہوں نے ڈرانے، دھمکانے کی بجائے صلح جوئی اور احترام کی بات کی ہے۔ اس لئے ان کا دور صدارت ایک ذمہ دار صدارت کا دور ہوگا۔ کچھ دانشوروں کی رائے میں آج تک دنیا کے کسی صدر سے معاشی ترقی، عدم تصادم، امن، انصاف اور جبر ونفرت کے خاتمے کے لئے اتنی امیدیں کبھی وابستہ نہیں کی گئیں جتنی باراک اوبامہ سے کی گئی ہیں۔ اس لئے انہیں عوامی وبین الاقوامی توقعات پر پورا اُترنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا، تبھی حقیقی تبدیلی کی بات سچ ثابت ہوگی۔

اقوام عالم کے ہر حکمران کی طرف سے امریکی صدر اوبامہ سے نیک خواہشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے اوبامہ کی صدارت کو امریکہ اور دنیا کی تاریخ میں نیا باب قرار دیا ہے۔ فرانسیسی صدر سرکوزی نے بھرپور کامیابیاں ملنے کی امید کے ساتھ انہیں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر کام کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ اطالوی وزیر اعظم سلویو برلسکونی نے کامیابی کی امید کا اظہار کرنے کے ساتھ عالمی معاشی بحران، مشرق وسطی اور افغانستان کے مسائل کے حل کے لئے باہمی تعاون کا یقین دلایا۔ یورپی کمیشن کے صدر جوزے مینوئل بروزو نے نئے امریکی صدر کو مبارکباد دیتے ہوئے دوستانہ تعلقات کو بڑھانے اور بڑے عالمی مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے مشترکہ کوششیں کرنے کی امید ظاہر کی۔ اسپین کے وزیر اعظم جوزے لوئیس زاپتیرو نے کہا ہے کہ انہیں اوبامہ سے بڑی امیدیں ہیں اور ان پر اعتماد ہے۔ جرمن چانسلر انجیلا مرکل کا کہنا تھا کہ باہمی اور دوطرفہ دوستانہ تعلقات پر توجہ دینی ہوگی کیونکہ کوئی ایک ملک عالمی مسائل حل نہیں کرسکتا، البتہ انہوں نے کہا کہ امریکہ معاشی بحران کے خاتمے کی کنجی ہے۔ اس لئے اس طرف توجہ ضروری ہے۔ فرانسیسی وزیر خارجہ برنارڈ کوشنیر کا کہنا تھا کہ اوبامہ کے ہاتھ میں جادو کی چھڑی نہیں کہ وہ تمام مسائل کو فوری حل کردیں۔ فرانس اور جرمنی کی حکومت کا خیال ہے کہ امریکہ کو دنیا کے کئی معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے، اس لئے ہمیں یورپی یونین کی سطح پر اپنی سفارت کاری کو آگے بڑھاتے ہوئے مشرق وسطی میں قیام امن کے لئے کوششیں تیز کرنی چاہئیں تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھاتے ہوئے بین الاقوامی برادری میں اپنا حقیقی مقام حاصل کرسکیں۔

نئے امریکی صدر کے حوالے سے شکوک وشبہات کے ساتھ اُمیدوں اور توقعات کی بھرمار ہے۔ یورپ میں کئی لوگ ایسے بھی ہیں جن کی رائے ہے کہ امریکہ کے اندر بڑی تبدیلی کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن عالمی سطح پر امریکی پالیسیوں میں بڑی تبدیلی کی توقعات رکھنا درست نہیں۔ بہت سے یورپی مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسلم دنیا کو اوبامہ سے توقعات رکھنی چاہئیں کہ وہ عدم تشدد پر عمل پیرا ہوں گے اور مسلم دنیا پر ظلم ڈھانے کی پالیسی کو تبدیل کرنے کے لئے وہ ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے۔ اسی سے دنیا میں ان کی حقیقی تبدیلی کی پالیسی کو پرکھا جائے گا۔ ●●

بقیہ: بچوں پر والدین کے تنازعہ کا اثر

سائے سے اس کی زندگی ہی میں محروم ہوجائیں۔ جہاں تک بچوں کا تعلق ہوتا ہے وہ ماں باپ دونوں کے لئے اہم اور برابر ہوتے ہیں۔ باپ کی بچوں سے محبت ماں سے کم نہیں ہوتی جب کہ بچوں کی شخصیت اور کردار سازی کے لئے باپ کا کردار اہم ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی باپ اپنی اولاد سے نفرت نہیں کرتا۔ یہ اولاد ہی ہوتی ہے کہ وہ اس کو اس نہج پر کھڑا کردیتی ہے کہ اس کے دل سے آہ نکل جاتی ہے۔ باپ کے دل سے اولاد کے لئے آہ نکلتی نہیں اور جب نکلتی ہے تو عرش معلی تک پہنچتی ہے باپ جب انتہائی لاچار ہوجاتا ہے تو اولاد کو ناخلف اولاد قرار دیتا ہے جو ناخلف ہوتا ہے وہ نامراد ہوتا ہے جو نامراد ہوتا ہے وہ کبھی مراد نہیں پاتا اور جو مراد نہیں پاتا وہ ذلیل بھی ہوتا ہے اور رسوا بھی۔

اولاد کے لئے والدین کے حقوق برابر ہیں دنیا کی کسی مذہبی کتاب یا قانون میں یہ درج نہیں ہے کہ اولاد ماں سے محبت کرے اور باپ کی نافرمانی کرے باپ کا درجہ بعض اوقات ماں سے زیادہ ہوتا ہے باپ دنیا میں وہ واحد رشتہ ہے جو اپنی اولاد کو اپنے سے آگے نہ صرف دیکھنا چاہتا ہے بلکہ اس کی کوشش بھی کرتا ہے۔ بہن بھائیوں تک میں آپس کی مطابقت ہوتی ہے علمی اور مالی طور پر کمزور بہن بھائی دوسرے بہن بھائیوں کے مقابلے میں اتنے معتبر نہیں ہوتے جتنا ان کا مقام اور مرتبہ ہوتا ہے اس کی عمومی وجہ مادی دور اور رشتوں کو وسائل اور حیثیت کے ساتھ پرکھنا ہے مگر باپ دنیا میں واحد رشتہ ہے جس کے لئے تمام اولاد برابر ہوتی ہے وہ اپنی تمام عمر اور وسائل اپنی اولاد کو بہتر سے بہتر مقام دلانے اور بہتر سہولیات فراہم کرنے کے لئے صرف کرتا ہے۔ وہ خود جس مقام اور مرتبے پر بھی ہو اپنی اولاد کو اپنے سے بہت آگے دیکھنا چاہتا ہے اور کسی بھی قسم کی توقع بھی رکھتا وہ اپنی عمر دولت جائداد سب کچھ اپنی اولاد پر نچھاور کرتا ہے اس کے باوجود اکثر باپ بیٹوں میں تقسیم نظر آتی ہے اس کی وجوہ میں اکثر ماں اور کبھی کبھار بیوی کا ہاتھ نمایاں ہوتا ہے اکثر مائیں اپنے مفادات کے لئے بچوں کو استعمال کرتی ہیں۔ بچوں کے ذہن ناپختہ ہوتے ہیں۔ مائیں (تمام مائیں نہیں) ان کو آزادی دے کر بگاڑتی ہیں وہ اپنے خاوندوں سے انتقام بچوں کے ذریعے لیتی ہیں جس کی وجہ سے بچے بکھر جاتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو بچے ماں کی ایماء پر باپ سے الجھتے ہیں وہ نہ ماں کے رہتے ہیں اور نہ باپ کے بلکہ باپ کی عدم موجودگی میں وہ ماں کو زیادہ بلیک میل اور ذلیل کرتے ہیں ایسی مائیں زندگی کا آخری دور انتہائی کسمپرسی سے گزارتی ہیں۔ خود بھی خوار زندگی گزارتی ہیں۔ اولاد بھی سکھ نہیں پاتی۔ ان کو اپنے والدین سے کئے گئے سلوک کی سزا اللہ انہی کی اولاد سے اسی دنیا میں دلوادیتا ہے اس کو مکافات عمل کہتے ہیں۔

باپ دنیا میں بچے کی شناخت ہوتا ہے۔ بچہ جتنی بھی نافرمانی کرے خود کو باپ کے نام سے علیحدہ نہیں کرسکتا اسی کے نام سے جیتا ہے ماں دوسری شادی کرکے اپنی شناخت بدل سکتی ہے مگر اولاد نہیں بدل سکتی۔ علیحدگی کی صورت میں خسارہ اولاد کو ہوتا ہے والدین کو نہیں۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو ان کے باپ کے خلاف استعمال کرتی ہیں وہ اپنے خاوند سے نہیں دراصل اپنے بچوں سے دشمنی کرتی ہیں وہ بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم تو کردیتی ہیں مگر پھر انہی بچوں سے ان کو سزا ملتی ہے۔ اس کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ عورت کے ذہن میں جب خناس بھر جاتا ہے تو اس کی عقل پر پردہ پڑجاتا ہے اور احساس اس وقت ہوتا ہے جب نسل برباد ہوجاتی ہے۔ بعد میں وہی عورتیں خود کو بھی اور اولاد کو بھی روتا ہوا دیکھ کر خون کے آنسو روتی ہیں مگر وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ جب کبھی کوئی باپ اپنی ناخلف اور نافرمان اولاد سے قطع تعلق کرکے اپنی ذات سے علیحدہ کرتا ہوگا تو کبھی کسی اولاد نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ وہ کتنا مجبور ہوکر ایسا کرتا ہوگا اور جو باپ اس قدم کو اٹھانے تک چلا جاتا ہے اولاد نے اپنے باپ کی حرکت کو تو ضرور محسوس کیا ہوگا مگر اس دکھ اور غم کو کبھی محسوس نہیں کیا ہوگا جو اس فیصلے کے وقت اس باپ کے دل میں پیدا ہوا ہوگا۔ اولاد بے شک محسوس کرے یا نہ کرے یقین کامل ہے اللہ کی ذات کو اس دکھ کا احساس ضرور ہوتا ہوگا اور آسمان بھی لرزتا ہوگا۔ ایسی اولادیں اس لئے سکھ نہیں پاتیں کہ یہ دکھ آسمان تک جاتا ہے۔ جوانی کے نشے میں ماؤں کی سرپرستی میں اولاد کو اس وقت تو احساس نہیں ہوتا مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ احساس ضرور ہوتا ہے پشیمانی اور ندامت بھی ہوتی ہے جب وہ خود اپنے ضمیر اور اپنی اولاد کے ہاتھوں ذلت دیکھتا ہے یہ احساس ایک چبھن کی صورت میں تمام عمر اس کو چین سے نہیں رہنے دیتا۔ ●●

مسجد اشاعت اسلام میں خطبۂ جمعہ

تعلیم کی کمی کو مکاتب ومدارس کے ذریعہ دُور کرنا چاہئے

نئی دہلی- ''ہم میں سے ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، ترقی کے منازل طے کرے، ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے، ہم انہیں ایسی تعلیم دلاتے ہیں جو بہتر معاشی مستقبل کی ضمانت فراہم کرے مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ پالنے اور آسودہ وخوشحال زندگی گزارنے کے علاوہ ہماری نسلوں کا کوئی اور مطمح نظر رہ ہی نہیں گیا جب کہ ہماری کم سے کم ترجیح ہونی چاہئے تھی کہ ہمارے بچے پڑھ لکھ کر ملک اور سماج کے اچھے شہری بنیں۔''

ان خیالات کا اظہار مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند نے مسجد اشاعت اسلام میں ۳۰رجنوری کو اپنے خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔ موصوف نے ملک کے موجودہ نظام تعلیم پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اب نصابی کتابوں سے اور بالخصوص اعلیٰ تعلیمی مراحل سے خدا، رسول اور آخرت کا تصور بالکلیہ ختم کردیا گیا ہے اور تعلیم کا مقصد زیادہ سے زیادہ دولت کمانے اور خوشحال اور فارغ البال زندگی گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں رہ گیا۔ والدین اور سرپرست بھی اس چیز کا خواب دیکھتے ہیں اور نوجوانوں کو تو کچھ رہنمائی ہی نہیں مل رہی ہے کہ پیٹ پالنے اور دنیا کمانے کے علاوہ بھی زندگی کا کوئی اور نصب العین اور مقصد ہوسکتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اب وہ مائیں نہیں رہیں جو گھروں میں اپنے بچوں کو دین واخلاق کی تعلیم دیں اور خدا پرستی کا تصور ان کے ذہنوں میں بٹھائیں۔ اب ان کے پاس اس کے لئے فرصت نہیں۔

امیر جماعت نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہمارے یہاں تو تعلیم کا آغاز ہی اللہ کے نام سے ہوتا ہے۔ چنانچہ نبیؐ پر غار حراء میں جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں آپ کو حکم دیا گیا کہ ''اپنے رب کے نام سے پڑھو۔'' یعنی اللہ کے نام سے تعلیم کا آغاز کرو۔ آج خدا پرستی کا تصور ذہنوں سے اس وجہ سے اوجھل ہورہا ہے کہ ہم نے اپنے نظام تعلیم سے بسم اللہ کو خارج کردیا۔

انہوں نے اس سیاق میں اپنے گھروں کو مرکز تعلیم بنانے پر زور دیا جس کی تاکید خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کی ہے۔ ''اپنے گھروں کو مرکز بناؤ۔'' مولانا نے فرمایا اگر لوگ ایسا نہ کرسکیں تو دینی تعلیم کی کمی کو مکاتب اور مدارس کے ذریعہ دور کرنا چاہئے اور اس کے لئے جگہ جگہ مکاتب اور مدارس قائم کرنا چاہئے۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

شاکھاؤں وممبران کی تعداد میں کمی سے آر ایس ایس فکرمند

نئی دہلی- ۳۱رجنوری کے ہندوستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق آر ایس ایس نے اپنی ۸۳ سالہ تاریخ میں پہلی بار ممبران اور شاکھاؤں کے اعداد وشمار جاری کرتے ہوئے آن لائن ممبرشپ کی مہم چلائی ہے تاکہ ممبران اور شاکھاؤں میں ہونے والی کمی کی تلافی کی جاسکے۔ آن لائن ممبرشپ کی مہم سے اسے کچھ فائدہ ہوا ہے۔ ایک ماہ کے اندر ممبر سازی کے لئے ۴۵۰ درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں ناگپور میں کے بی ہیڈگیوار کے ذریعہ قائم آر ایس ایس کے لئے تشویش کی بات یہ ہے کہ وہ ملک کو ہندوراشٹر بنانے کا خواب دیکھتی رہی اور اس کی شاکھائیں اور ممبران کم ہوتے گئے۔

جو شاکھائیں ۲۰۰۵-۰۶ء میں ۵۱ہزار تھیں وہ ۲۰۰۶-۰۷ء میں گھٹ کر ۴۴ہزار ہوگئیں اسی طرح اس کے ممبران ملک کے ۳۵ہزار شہروں کا احاطہ کئے ہوئے تھے جو سمٹ کر ۳۰ہزار شہروں میں رہ گئے ہیں۔ اس سے آر ایس ایس کافی فکرمند ہے اور ممبران وشاکھاؤں کی تعداد بڑھانے خصوصاً ملک کے نوجوان طبقہ کو تنظیم سے قریب کرنے کی غرض سے اب ممبر سازی کی آن لائن مہم چلارہی ہے۔

ملی ڈال اسکول کی کارکردگی

نئی دہلی- ۱۸رجنوری کو مدرسۃ البنات للاسلامیہ، نورنگر میں عبدالرزاق رنگ ٹرافی کے تحت مسابقاتی پروگرام منعقد ہوا۔ تقریباً نو اسکولوں کی طالبات نے شرکت کی۔ مجموعی اعتبار سے ملی ماڈل اسکول نے اول انعام حاصل کیا۔ جونیئر گروپ میں آمنہ بدرالحسن نے حمد میں تیسری پوزیشن، عافیہ خانم نے تقریری مقابلہ میں دوسری پوزیشن اور تحریری مقابلے میں سمیہ رفیق نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ سینئر گروپ میں حمد کے مقابلے میں ثنا صابری نے پہلی، نعت میں فاطمہ دوست محمد نے تیسری، تقریری مقابلے میں نشاء محبوب نے دوسری اور تحریری مقابلے میں شاہین نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

عراق کی اہم سیاسی پارٹیاں اوران کے رہنما

بغداد- سپریم اسلامک عراقی کونسل: یہ عراق میں شیعوں کا سب سے بڑا گروپ ہے جو کہ عراقی وزیر اعظم نوری المالکی کی سرکار میں حصہ دار ہے۔ اس سپریم کونسل کی رہنمائی عبدالعزیز الحکیم کررہے ہیں جن کے ایران اور امریکہ دونوں سے ہی گہرے رشتے ہیں۔ اس سال کے آخر میں ہونے والے قومی انتخابات میں یہ گروپ وزیر اعظم نوری المالکی کو چیلنج کرسکتا ہے۔ گروپ جنوبی عراق کے شیعہ اکثریتی علاقوں کو زیادہ خود مختاری دینے کی حمایت کرتا ہے۔ دعوۃ پارٹی: دعوۃ پارٹی کی قیادت نوری المالکی کرتے ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں اس پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت ان کے ممبران کو صدام حسین کے ہاتھوں کافی مظالم سہنے پڑے۔ اس وقت پارٹی کے بہت سارے ممبران ملک چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ دعوۃ کی مقبولیت میں اس وقت اور اضافہ ہوگیا ہے جب اس نے امریکی حملوں کی حمایت شروع کردی۔ عراق اسلامی پارٹی: یہ عراق سنیوں کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی ہے اور اس کی المالکی کی حکومت میں حصہ داری ہے۔ گروپ کے رہنما طارق ہاشمی جو کہ دو عراقی نائبین صدر میں سے ایک ہیں یہ پارٹی ۲۰۰۵ء میں ہوئے صوبائی انتخابات میں حصہ لینے والی چند سیاسی سنی پارٹیوں میں شامل تھی۔ اس وقت زیادہ تر سنی پارٹیوں نے انتخاب کا بائیکاٹ کیا تھا۔ اویکنگ کونسل: یہ سنی قبیلوں کی پارٹی ہے جسے امریکہ امداد فراہم کرتا ہے۔ یہ پارٹی عراق میں القاعدہ اور ۲۰۰۶ء میں مغربی صوبہ انبا میں شروع ہوئی دراندازی کے خلاف ہے۔ ان کی بغاوت جنگ میں فیصلہ کن ثابت ہوئی تھی۔ قبائلی رہنما اب سیاست میں شامل ہوگئے ہیں۔

رام پور رضا لائبریری، رام پور

۲۶رجنوری ۲۰۰۹ء یوم جمہوریہ کے مبارک موقع پر عالی مرتبت جناب ٹی وی راجیسور، گورنر اُترپردیش، چیئرمین رامپور رضا لائبریری بورڈ، اراکین اور اسٹاف سبھی ہم وطنوں کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ ملک میں امن واتحاد کے لئے کوشاں رہیں جو ملک کی بقاوسالمیت کی ضمانت ہے۔ ساتھ ہی عوام سے گزارش کرتے ہیں کہ لائبریری کی ترقی میں اپنا تعاون دیں

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی
افسر بکار خاص
رام پور رضا لائبریری، رامپور (یوپی)

مشہور کہاوت ہے کہ ”جب ظلم وستم حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ دوا بن جاتا ہے“۔ یہ کہاوت ہندو دہشت گردی پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ ہندو دہشت گردی نے نام نہاد مسلم دہشت گردی کا لبادہ زیب تن کر کے ملک میں خوفناک تباہی کی تاریخ رقم کی جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔ اربوں کھربوں روپے کی قومی وذاتی املاک کا نقصان ہوا اور پوری مسلم کمیونٹی کو دہشت گرد، انتہا پسند، جنونی، جہادی اور وحشی ثابت کرنے میں ہندو دہشت پسند فاشسٹ تنظیموں نے ہی نہیں بلکہ سرکاری مشنیری نے بھی اپنی صلاحیتوں اور وسائل کا بھرپور استعمال کیا اور میڈیا بھی اس ”کارخیر“ اور ”دلچسپ“ موضوع پر اپنی تمام تر توانائیوں اور جوش کے ساتھ مسلمانوں کی کردارکشی کرنے، ان کو بدنام کرنے، ذلیل اور رسوا کرنے اور ہر سطح پر ان کے مورال کو ڈاؤن کرنے میں اپنا ”دھرم“ نبھانے لگی۔ ہر دہشت گردانہ کارروائی اور بم دھماکوں میں نام نہاد مسلم دہشت گرد تنظیموں کے شامل ہونے کے پختہ ثبوت پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کو بغیر کسی تحقیق اور جستجو کے جائے واردات پر دستیاب ہوتے رہے اور میڈیا ان واقعات کو خوب نمک مرچ لگا کر اور سنسنی خیز بنا کر پیش کرنے کا فریضہ انجام دینے کی ایماندارانہ کوشش انجام دیتی رہی۔ یہ میڈیا کی ”غیر جانبدارانہ“ کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ ملک بھر میں یہ نعرہ لگایا جانے لگا کہ ”ہر مسلمان دہشت گرد نہیں تو بھی ہر دہشت گرد مسلمان ہی ہے“۔

ہندوتووادی فسطائی اور دہشت پسند طاقتوں جن نے کا مرکزی حکومت کی اہم ترین وزارتوں و محکموں اور کئی صوبائی حکومتوں میں اقتدار کے علاوہ دیگر ریاستوں کے سرکاری ونیم سرکاری شعبوں میں کنٹرول اور اثر ونفوذ ہے، اپنے زیر اثر میڈیا کے ذریعے منظم اور منصوبہ بند طریقے سے ملک بھر میں انسانیت سوز، وحشیانہ، خونی دہشت گردانہ کارروائیاں کر کے ان کو ”اسلامی دہشت گردانہ“ کارروائیوں سے منسوب کر کے پرزور انداز میں تشہیر کی اور فرعون وقت جارج ڈبلیو بش کی اسلام اور مسلم مخالف دہشت گردی کے خلاف (War in Terrorism) عالمی فاشسٹ تحریک میں قدم بہ قدم، شانہ بہ شانہ پورے زور وشور کے ساتھ شامل ہوگئیں۔ اپنی ”شاندار“ کامیابیوں کے نتیجے میں باطل فسطائی قوتیں اس حقیقت کو بالکل فراموش کر بیٹھیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ حد سے بڑھا ہوا ظلم وستم مظلوم کے لئے دوا بن جاتا ہے۔ دوسروں کے لئے کھودا گڑھا خود کھودنے والے کے لئے قبر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ لاکھوں معصوم اور بے گناہ مسلم ہلاک شدگان اور مظلومین کی آہوں اور بارگاہ ایزدی میں اٹھے ضعیفوں، بیواؤں اور معصوم یتیموں کے ہاتھوں کا ہی اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ کی غائبانہ مدد ان ستم رسیدہ مسلمانوں کے لئے آئی یعنی ایک طرف امریکہ میں شدید معاشی بحران اور دوسری طرف بھارت میں اے ٹی ایس کے ذریعے ”ہندو دہشت گردی“ کا پردہ فاش ہوا۔ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے خلاف نام نہاد دہشت پسند مخالف عالمی فاشسٹ تحریک کے علمبردار امریکی فرعون بش کو عالمی اقتصادی اور معاشی بحران کے ”ہیرو“ کے طور پر ”رسوا“ کیا۔ اس نے اپنے باطل اور مذموم کروسیڈ کو کامیاب بنانے اور اس کو فتح سے ہمکنار کرنے کے لئے جو شاندار منصوبہ بندی کی اور ”زبردست پالیسیاں“ بنائیں وہی منصوبہ بندیاں اور پالیسیاں فرعون اور اس کے ہمنوا ممالک کے لئے شدید تر معاشی واقتصادی بحران کا سبب بن گئیں۔ آج بش اور اس کے ”چھٹ“ کٹورا لئے خلیج کے مسلم ممالک سے بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ امریکہ کے بڑے بڑے بینک اور مالیاتی ادارے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ یا دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اسی کے ساتھ بڑے بڑے اقتصادی ادارے عالمی کساد بازاری کی بھینٹ چڑھ کر بند ہوتے جا رہے ہیں۔ امریکی عوام بے چینی اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ عالمی کرنسی کا ”ہیرو“ ڈالر بش کی طرح ”زیرو“ ہو چکا ہے۔ دنیا کو سب سے بڑے اور شدید تر معاشی اور اقتصادی بحران میں مبتلا کرنے والا امریکہ جو کل تک اپنی معاشی اور عسکری قوت کے گھمنڈ میں چور ”عالمی ڈکٹیٹر“ کے روپ میں اکڑا ہوا کھڑا تھا آج لڑکھڑاتا اور لرزتا ہوا ”سہاروں“ کی بھیک مانگ رہا ہے۔ کل تک امریکہ کے پالتو اور وفادار ممالک جو اس کی دوستی اور قربت پر فخر کرتے تھے آج اس کے سائے سے بھی دور بھاگ رہے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی ملک کی عسکری قوت وصلاحیت اس کے مضبوط و مستحکم مالی و اقتصادی نظام کی مرہون منت ہوتی ہے۔ امریکہ کی اس شدید معاشی واقتصادی تباہی کے اس دور کے چلتے

اب وہ دن زیادہ دور نہیں ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ تمام دنیا خصوصاً مسلم ممالک کو اس ’بدی‘ کے مرکز ومحور ملک کے خونیں پنجے سے نجات عطا فرمائے گا۔

دوسری طرف اللہ رحمٰن ورحیم نے ملک کے سند یافتہ ”دیش بھگت و راشٹر پریمی“ قرار دیے اور سمجھے جانے والے فسطائی پریوار آر ایس ایس کو دیس وراشٹر دروھیوں کی صف اول میں کھڑا کر دیا ہے یہ بھی ملک کے مظلوم اور بے بس مسلمانوں اور انسانوں کی آہوں اور دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ کانگریس نے بھلے ہی اے ٹی ایس کی تشکیل سیاسی اغراض اور اپنی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے کی ہو لیکن تاریخ ہند میں اس کے اس کارنامے کو سنہرے الفاظ میں لکھا جائے گا جس کے ذریعے ملک کے حقیقی دہشت گردوں کے سب سے مضبوط اور منظم ریکٹ کا پردہ فاش ہوا۔ جن کو ملک کی دوسری سب سے بڑی سیاسی پارٹی اور فسطائیت کا عالمی نیٹ ورک رکھنے والے سنگھ پریوار کی واضح پشت پناہی اور حمایت حاصل ہے۔ اس کے تار سیاسی، اقتصادی اور معاشی بڑی بڑی شخصیات کے علاوہ خفیہ ایجنسیوں اور فوج تک سے جڑے ہوئے ہیں۔ اے ٹی ایس کی تفتیش کا آغاز تو مالیگاؤں کے بم دھماکوں سے ہوا اور گجرات کے موڈاسا سے ہوتا ہوا سورت، احمد آباد، دہلی، بنگلور، کانپور، مکہ مسجد حیدرآباد، اجمیر، سمجھوتہ ایکسپریس، جالنہ، پربھنی اور ناندیڑ پہنچ کر بھی نہیں رکا۔ اگر تفتیش آئندہ بھی اے ٹی ایس کے سربراہ ہمنت کرکرے جو کہ ممبئی کی حالیہ دہشت گردانہ کارروائی میں جاں بحق ہو چکے ہیں، کے طرز پر پوری دیانتداری اور غیر جانبداری سے کرائی جائے تو ملک میں ہونے والی دہشت گردانہ کارروائیوں اور بم دھماکوں کے اصل دہشت گردوں اور پشت پناہی کرنے والی کالی بھیڑوں کے چہرے بھی سامنے آتے جائیں گے۔

کیونکہ مالیگاؤں اور موڈاسا کے بم دھماکوں کی تفتیش کے آغاز میں ہی معمولی ہندو نہیں بلکہ سادھوی اور شنکر آچاریہ سے لے کر انجینئر اور فوج کے موجودہ اور سابق اعلیٰ افسران تک گرفت میں آگئے جبکہ شک کے دائرے میں خفیہ ایجنسیوں اور فوج کے دیگر اعلیٰ و ادنیٰ افسران کے علاوہ مذہبی، سیاسی اور کارپوریٹ جگت کے بڑے بڑے افراد بھی شامل ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ تمام بم دھماکوں کے واقعات صرف ”اسلامی دہشت گردوں کے کارنامے“ کے طور پر ملک کی تاریخ میں درج ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ ”بدوں“ کے بدترین، انسان کش اور ہولناک جرائم کی سزا ہزاروں ”بدنام“ بے گناہ مسلم نوجوانوں کو دی جا چکی ہے جن پر ہوئے مظالم، شدید ترین جسمانی و ذہنی اذیتوں کے واقعات اخبارات میں ثبوت کے طور پر تلاش کئے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ آج بھی سیکڑوں ”بدنام“ بدنصیب بے گناہ مسلم نوجوان ”بدوں“ کے گناہوں کی سزا ملک کی مختلف جیلوں میں رہ کر بھگت رہے ہیں۔

دہشت گردی کا اصل شجر خبیث

ایم شیرزی، نگینہ ضلع بجنور

اے ٹی ایس کے اس ”سنہرے کارنامے“ سے قبل تک ”دیش بھگت اور راشٹر وادی ہونے کا دعویٰ کرنے والے سنگھ پریوار کا دہشت گردی سے متعلق یہ موقف رہا ہے کہ دہشت گرد ملک وقوم وانسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔ وہ ملک کی سالمیت اور سلامتی کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ ہندوستان اور ہندوؤں کے سخت دشمن ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ کسی بھی نرمی یا ہمدردی کا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنا ملک وقوم کے ساتھ غداری کے مترادف ہوگا۔ سنگھ پریوار کا موقف یہ بھی تھا کہ دہشت گردوں کو عدالت میں دفاع کے حق سے محروم کر دیا جائے کیونکہ وہ صرف ”پھانسی“ دیے جانے یا ”انکاؤنٹر“ میں گولی مار دیے جانے کے ہی قابل ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ لکھنؤ اور دیگر مقامات پر سنگھی وچار دھارا رکھنے والے فاشسٹ انتہا پسند ہندو وکلاء نے آئین ہند کی جس دفعہ میں ملزم کو دفاع کرنے کے بنیادی حق سے نوازا گیا ہے، صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ملزم کو اس کے بنیادی حق سے محروم کرنے پر پابندی ہی نہیں لگائی بلکہ جب کچھ حق پرست اور باضمیر وکلاء کی جانب سے نام نہاد دہشت گردی کے ملزمین کے دفاع کی کوشش کی گئی تو ان کو ذہنی اور جسمانی اذیتیں دیتے ہوئے جان سے مارنے کی دھمکیاں تک دی گئیں۔ لیکن آج جب قدرت نے ان کے ناپاک اور مذموم منصوبوں کو طشت از بام کر دیا اور وہ ”اپنے ہی دام میں خود صیاد آ گیا“ کے مترادف خود اپنے ہی بچھائے جال میں بری طرح پھنس کر رہ گئے جس کا انھوں نے خواب وخیال میں تصور بھی نہیں کیا تھا۔ کل تک ”اسلامی دہشت گردوں کی عدالت میں پیروی کرنے والوں کو ملک وقوم کا غدار قرار دینے کا ”فتویٰ“ جاری کرنے والے نام نہاد دیش بھگت آج پوری ڈھٹائی اور کھلی بے شرمی کے ساتھ ”ہندو دہشت گردوں“ کی علی الاعلان پیروی کرنے اور ملک کے بڑے بڑے وکلاء اور ماہرین قانون کی خدمات حاصل کر کے اپنی ”دیش بھگتی“ کا کھلا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ حد یہی نہیں ہوتی بلکہ عدالت میں پیشی کے لئے حاضری کے دوران سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر اور فوج کو سبوتاژ کرنے والے کرنل پروہت جیسے دہشت گردوں پر سنگھی وچار دھارکوں نے پھولوں کی بارش کرتے ہوئے ان کی ”جے جے کار“ کر کے ”ہندو دہشت گردی“ کی کھلے عام حمایت اور ستائش کی۔ دہشت گرد تو دہشت گرد ہے وہ ملک وقوم کا ہی دشمن نہیں بلکہ انسانیت کا بدترین دشمن ہے، اس کا کوئی دھرم اور مذہب نہیں۔ لیکن ہندو دہشت گردی کی حمایت اور ہمدردی میں جس طرح سنگھ پریوار ملک کی دوسری سب سے بڑی پارٹی کے قومی صدر اور ”سمبھاوت پردھان منتری“ ایل کے آڈوانی، وشو ہندو پریشد کے مرلی منوہر جوشی، شیوسینا کے سربراہ بال ٹھاکرے، اوما بھارتی اور دیگر فاشسٹ ہندو لیڈر کھل کر میدان میں آئے، اس نے اعتدال پسند اور امن پسند ہندوؤں کے سروں کو شرم سے ہی نہیں جھکایا بلکہ عالمی سطح پر بھارت کی امیج کو بھی متاثر کیا۔ ساتھ ہی دنیا کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ مسلم یا اسلامی دہشت گردی کے نام پر اصلی دہشت گردی کرنے والے ”ہندو دہشت گرد“ ہیں۔ ان کی پرورش کرنے، شہ دینے، ان کی کھلی حمایت اور ہمدردی کرنے والی تنظیم آر ایس ایس اور اس کا پورا پریوار ہے۔ ان واقعات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ملک کی سالمیت، سلامتی، امن واتحاد کو خطرہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ ہندتو کا راگ الاپنے والے، دیش بھگت اور راشٹر وادی کی مالا جپتے نہ تھکنے والے، راشٹر ودیش ہت کا نعرہ لگانے والے بھگوا بریگیڈ کے فاشسٹ ہندوؤں سے ہی ہے۔ ملک کی تاریخ شاہد ہے کہ کسی بھی دہشت گردانہ کارروائی کو چاہے وہ کسی بھی شکل میں کی گئی ہو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا گیا ہو، مسلم معاشرے کے کسی بھی مذہبی، سماجی وسیاسی شخصیات یا گروپ نے اس کی حمایت وہمدردی میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا بلکہ امت مسلمہ نے پوری طرح متحد اور متفق ہو کر دہشت گردانہ کارروائی کی شدید مذمت کی اور اسے اسلام اور انسانیت کے خلاف قرار دیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی بڑی بڑی مذہبی وسماجی تنظیموں کی جانب سے دہشت گردی مخالف کل ہند سطحی کانفرنسیں اور سیمیناروں کا انعقاد کر کے اس کی شدید مخالفت اور مذمت کی گئی۔

اے ٹی ایس نے تو باقاعدہ دو ملٹری ٹریننگ اسکولوں کا پردہ فاش کیا ہے جہاں ہندو دہشت گردوں کو فوجی تربیت دی جاتی تھی۔ ظاہری بات ہے کہ اکھاڑوں اور فوجی تربیت گاہوں میں ٹریننگ حاصل کرنے والے لوگ کسی مندر کے پجاری یا دھرم کے پرچارک تو بننے سے رہے، دوسرے یہ تربیت حفظ ماتقدم کے لئے بھی حاصل نہیں کی گئی کیونکہ یہاں اکثریتی طبقہ کو کسی سے خطرہ بھی نہیں ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ تربیت ملک میں دہشت پیدا کرنے، مسلمانوں اور عیسائیوں کا قتل عام کرنے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے اور ملک میں مختلف تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے ہی دی اور لی گئی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بھارت کے مسلمانوں نے متفقہ طور پر ہر قسم کی دہشت گردی کی خواہ وہ ملکی سطح پر ہو یا عالمی سطح پر، کسی بھی مذہب، نظریہ، فرقہ، علاقہ یا دیگر کسی بھی نام سے کی گئی دہشت گردی ہو پورے خلوص قلب اور جذبہ ایمانی سے اس کی مذمت اور مخالفت کرنے اور اس سے اپنی برأت کا اعلان کرنے میں بھی کسی کوتاہی اور سستی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لیکن دہشت گردی کو صرف اسلام اور مسلمانوں سے منسوب کرنے کو بھی کبھی پسند نہیں کیا بلکہ اس کی بھی مخالفت کرتے ہوئے مسلم طبقہ نے ہمیشہ یہی کہا کہ ”دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اسے مذہب سے منسوب نہیں کرنا چاہئے“ لیکن اس آواز کو ہمیشہ دبایا اور شدت سے نظر انداز کیا جاتا رہا۔ فسطائی دہشت پسند طاقتوں کی منظم اور منصوبہ بند حکمت عملی کے تحت دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے منسوب کر کے بدنام کرنے کا پروپگنڈا اتنا تیز تر اور زور وشور سے کیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کی آواز حق بھی دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔

لیکن اے ٹی ایس نے جب ہندو دہشت گردی کی پرتیں ادھیڑ کر اس کا پردہ فاش کیا اور تمام ثبوتوں اور پختہ شہادتوں کے ساتھ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تو ٹھیک یہی الفاظ فاشسٹ ہندو دہشت گرد تنظیموں کے ترجمانوں کے منہ سے ادا ہونے لگے یعنی ”دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اسے مذہب سے منسوب نہیں کرنا چاہئے“۔ یہی نہیں انھوں نے مالیگاؤں اور موڈاسا و دیگر مقامات پر دہشت گردانہ کارروائیاں انجام دینے والے بھگوا بریگیڈ کے ملزمین ومجرمین کو ”ہندو دہشت گرد“ کہنے پر اعتراض کرتے ہوئے اسے پورے ہندو فرقہ کے جذبات واحساسات کو مجروح کرنے کے مترادف قرار دیا اور وزیر اعظم ہند سے اس لفظ کو روکنے کی اپیل تک کر ڈالی، جبکہ انھوں نے مسلمانوں کے لئے اسلامی اور مسلم دہشت گرد، بنیاد پرست ہی نہیں جہادی، جنونی، طالبانی، انتہا پسند وغیرہ طرح طرح کی اصطلاحیں وضع کر ڈالیں اور جب دوسروں کے لئے کھودا ہوا گڑھا خود ان کے لئے قبر بنا تو ”عذاب قبر“ کے تصور سے ہی لرز اور بلبلا اٹھے۔

سنگھ پریوار کا دہشت گردی میں ملوث پایا جانا اور ملک دشمن تخریبی کارروائیوں میں شامل ہونا صاحب فکر ودانش کے لئے نہ تو غیر متوقع ہے اور نہ ہی حیرت انگیز۔ کیونکہ سنگھ کی بنیادی نظریہ وفکر ہی فاشزم، انتہا پسندی اور دہشت پسندی پر مبنی ہے۔ اس کا ثبوت خود ان کے لیڈروں کے خیالات، بیانات اور عزائم ہیں جو میڈیا کے ذریعے وقتاً فوقتاً عوام کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ سنگھ کے لٹریچر کے علاوہ روزمرہ لگنے والی ان کی شاکھائیں اور اکھاڑے بھی شاہد ہیں جہاں شرکاء کو کھلے عام روایتی وآتشی اسلحہ استعمال کرنے کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اے ٹی ایس نے تو باقاعدہ دو ملٹری ٹریننگ اسکولوں کا پردہ فاش کیا ہے جہاں ہندو دہشت گردوں کو فوجی تربیت دی جاتی تھی۔ ظاہری بات ہے کہ اکھاڑوں اور فوجی تربیت گاہوں میں ٹریننگ حاصل کرنے والے لوگ کسی مندر کے پجاری یا دھرم کے پرچارک تو بننے سے رہے، دوسرے یہ تربیت حفظ ماتقدم کے لئے بھی حاصل نہیں کی گئی کیونکہ یہاں اکثریتی طبقہ کو کسی سے خطرہ بھی نہیں ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ تربیت ملک میں دہشت پیدا کرنے، مسلمانوں اور عیسائیوں کا قتل عام کرنے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے اور ملک میں مختلف تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے ہی دی اور لی گئی ہے۔

ملک میں ہونے والے خونریز مسلم کش فسادات، گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام، بم دھماکے، بابری مسجد کی شہادت، اڑیسہ و دیگر ریاستوں میں عیسائیوں کا قتل عام، چرچوں کی تباہی وغیرہ اس کے بین ثبوت ہیں۔ غیر ہندوؤں خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں کی جان ومال کو تباہ وبرباد کرنے، ان کی کردارکشی اور ان کو برباد کرنے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے تمام جائز وناجائز وسائل وذرائع کو بروئے کار لانے کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ ہندتو (نہ کہ ہندو دھرم) جس کا علمبردار آر ایس ایس اور اس کا پورا پریوار ہے اس کا فکر ونظریہ فاشزم، دہشت پسندی، انتہا پسندی اور تخریب کاری پر مشتمل ہے۔ ان جنونیوں اور دہشت پسندوں کی تمام تر غیر اخلاقی اور انسانیت سوز حرکات وعوامل کو پورے ملک کے لوگوں نے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ نقلی داڑھی، کرتا پاجامہ اور ٹوپی لگائے مسلم بھیس میں اصل دہشت گرد کون ہیں؟ بے گناہ مظلوم مسلمان یا فاشسٹ ہندو دہشت گرد؟ ملک کی سلامتی وتحفظ وامن کو خطرہ نہتے بے بس مسلمانوں سے ہے یا مسلح بھگوا بریگیڈ تربیت یافتہ دہشت گردوں سے؟ زبان اور علاقائیت کے نام پر ملک کی سلامتی واتحاد کو سبوتاژ اور پارہ پارہ کرنے کے درپے ”بھگوان“ شیو کے بہادر سینک ہیں یا زبان وعلاقہ، رنگ نسل ونسب، ذات پات جیسی تفریق پھیلانے والی تمام عصبیتوں پر تیشہ چلانے والے اسلام کے پیروکار؟

••

مسلمانوں پر تنگ نظری کے الزام کی حقیقت

عارف عزیز (بھوپال)

ہندوستان کے مسلمانوں کی یہ شکایت بے جا نہیں کہ انہیں آزادی کے بعد سے آج تک ہر سطح پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ دن بدن پسماندہ ہو کر اچھوتوں سے بھی بدتر ہوتے گئے ہیں۔ آج ان کی اکثریت گندی بستیوں میں آباد ہے اور وہ بڑی تعداد میں بیزروزگاری کا شکار ہیں۔ گزشتہ ۶۱ برس کے ترقیاتی منصوبوں میں سب سے کم کام مسلم اکثریتی علاقوں میں انجام دیا گیا ہے علی گڑھ، دیوبند اور ٹونک اس کی واضح مثالیں ہیں جن کو دوسرے علاقوں سے کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ غیر مسلموں میں جو طبقہ پسماندہ بستیوں میں رہتا ہے وہ زیادہ تر دلتوں کا ہے لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں دلتوں کو کہیں زیادہ مراعات حاصل ہیں۔ کچھ تو اقوام مندرجہ فہرست کے لئے کی جانے والی کوششوں کے ماتحت ان کی آسائش اور ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے خصوصی انتظامات کئے جاتے رہتے ہیں اور کچھ اس لئے کہ ان کا ایک بہت بڑا حصہ مکانات کی سہولتوں کے ضمن میں اجارہ داری رکھتا ہے جب کہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ غیر مختتم غربت اور عدم تحفظ کا احساس ناگزیر طور پر ان میں ایک خاص قسم کی مایوسی اور فکر کی آبیاری کرتا رہتا ہے اور وہ عزم وارادے کی اس دولت سے محروم ہوتے ہیں جو سماج کے استحکام اور تعمیر میں فرد کی دلچسپی کا سبب بنتی ہے کیونکہ مایوسی اور ناامیدی ہمیشہ چڑچڑا پن اور انتشار پیدا کرتی ہے۔ مختلف بیماریوں سے اموات کی کثرت، سامان پرورش سے محرومی کے باعث بچوں کی صحت کی بربادی یا موت کے واقعات انسانی ذہنوں کو غیر متوازن کرنے کے بہت بڑے محرکات میں سے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ گندی بستیاں یا علاقے بے چینی اور بدامنی کا مرکز بنے ہوئے ہیں مگر وہاں کی سرگرمیوں کو کسی مذہبی طبقہ کی مخصوص ذہنیت قرار دینے یا ان کو غیر سماجی عناصر کا مرکز تصور کرنے کے بجائے ضروری ہے کہ حکمرانوں اور سیاست دانوں کی طرف سے ان کے سدھار اور ان کے ماحول کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمانوں کے من حیث القوم مسائل حل کرنے پر توجہ نہیں دیتا، نہ اس کی پروا کرتا ہے کہ ان کے شب وروز بدل جائیں اس کے بجائے کوشش یہ ہوتی ہے کہ انہیں قومی دھارے سے دور رکھا جائے مسلمانوں کے بارے میں یہ مفروضہ قائم کر لیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے مخصوص سیاسی عقیدے کے حامل ہیں جو ہماری اجتماعی زندگی اور قومی نقطہ نظر سے مختلف ہے وہ اپنے سیاسی طرز عمل میں فرقہ پرست ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ نہایت جوش وخروش کے ساتھ سیکولر نظریہ کے بجائے فرقہ پرستی کے نعروں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور یہ کہ ایک گزرے ہوئے ماضی کے چند نظریات ہیں جو انہوں نے چینی کھلونوں کی طرح اپنے سامنے سجا رکھے ہیں۔ حالانکہ جائزہ لیا جائے تو ان میں سے ایک بھی الزام درست ثابت نہیں کیا جا سکتا جہاں تک مسلمانوں کی فرقہ پرستی کا سوال ہے اس کی تردید کے لئے کیا یہ کافی نہیں کہ ۶۱ سال سے کسی بھی الیکشن میں مسلمانوں نے اجتماعی طور پر کسی فرقہ پرست جماعت کو ووٹ نہیں دیا بلکہ ہمیشہ انہوں نے سیکولر پارٹیوں کی حمایت میں ہی ووٹ دیا ہے اور ۱۹۶۷ء، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۹۶ء کی طرح جب ان پر کانگریس مخالفت کا جذبہ طاری ہوا تو انہوں نے کانگریس کے مقابلے میں دوسری قومی جماعتوں کو اپنی حمایت سے نوازا اور کبھی بھی وہ معاشرے کے دوسرے طبقوں یا قومیتوں سے زیادہ کانگریس مخالف ثابت نہیں ہوئے۔ یہ طرز عمل انہوں نے اس کے باوجود اختیار کیا کہ ان کی شکایات کبھی رفع نہیں ہوئیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشترکہ قومی دھارے سے باہر مسلمان ہی نہیں پوری قوم ہے پھر بھی اس کی اصلاح کے بجائے صرف مسلمانوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جایا جاتا ہے حالانکہ ان کے ساتھ ابھی تک اچھا سلوک نہیں کیا گیا خواہ وہ کسی غیر سیکولر جماعتوں کا ہو یا سیکولر حکومت کا۔

••

امریکی فوج، خودکشی میں اضافہ

لندن- امریکی فوج میں متواتر دوسرے سال خودکشی کی شرح میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ امریکی فوج کے نائب سربراہ کا کہنا ہے کہ افغانستان اور عراق میں جاری جنگیں ہی خودکشیوں میں اضافے کی وجہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ۲۰۰۸ء میں ایک ۱۲۸ خودکشیاں کی گئیں اور مزید ۱۵ ہلاکتوں کی تفتیش جاری ہے۔

فوجی حکام کا کہنا ہے کہ ان خودکشیوں کی وجہ معلوم نہیں ہیں لیکن بیرون ملک جنگوں کا دباؤ ایک بڑی وجہ ہو سکتی ہے۔ فوجی حکام کا کہنا ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور اس سلسلے میں تربیتی سیشن بھی شروع کیا گیا ہے۔

امریکی فوج کے سیکریٹری پیٹ گیرن نے کہا یہ ہمارے لئے سب سے اہم چیلنج ہے، خودکشی کے واقعات کیوں بڑھتے جا رہے ہیں؟ ہم یہ تو آپ کو نہیں بتا سکتے لیکن اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم کوشاں ہیں۔

مائکرو سیکٹر اسلامی سرمایہ کاری کیلئے موزوں ترین ہے

آریستا رمن دوحہ بینک میں چیف ایگزیکیٹو ہیں، آپ اسلامی بینکنگ کے پرزور حامی ہیں۔ آپ نے اپنے کیریئر کا آغاز پرائس واٹر ہاؤس اینڈ ایسوسی ایٹ میں بطور مشیر کیا۔ یہ ایک بین الاقوامی کنسلٹنسی کمپنی ہے۔ آپ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں، جنھوں نے تھنجاور کے راجہ سرفوجی کالج سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی، بعد ازاں آئی ٹی سسٹمز اور کارپوریٹ مینجمنٹ کی اسناد بھی حاصل کیں۔ آریستا رمن کو ان کی خدمات کے لئے متعدد ایوارڈ مل چکے ہیں جن میں مڈل ایسٹ بینکنگ انڈسٹری کا ۲۰۰۷ء کا بینکر آف دی ایئر ایوارڈ اور ۲۰۰۶ء کا عرب ایشین ایسلنس ایوارڈ شامل ہے۔ انھوں نے بین ریاستی معاشی مسائل پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ برہمن خاندان میں پیدا ہونے والے سیتا رمن کا خیال ہے کہ اسلامی بینکنگ ہندوستان کے نہایت موافق ہے اس سے غربت کے خاتمے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ روزنامہ دکن کرانیکل کے کے ایس آنندن نے ان سے ایک انٹرویو کیا ہے۔ اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

سوال: ہندوستان جیسا ملک اسلامی بینکنگ سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: خلیج کے ممالک کے پاس تیل اور گیس کی جو دولت ہے اس نے انہیں خوشحال بنا دیا ہے۔ ان کے پاس جو دولت ہے اس کو اسلامی بینکنگ کو ہندوستان میں متعارف کر کے لگانے پر متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ مائکرو فائنانس سیکٹر، اسلامی سرمایہ کاری کے لئے بہت موافق ہے۔ غربت کے خاتمے کا بھی یہ ایک نسخہ ہے۔

سوال: اسلامی بینکنگ کمرشیل بینکنگ سے مختلف کس طرح ہے؟

جواب: اسلامی بینکنگ اسلامی شریعت کی پابند ہے۔ اس میں شرکت ومضاربت کا اصول کام کرتا ہے جبکہ کمرشیل بینکنگ سود کے اصول پر چلتا ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ شریعت جوئے، سٹہ، قمار بازی وغیرہ کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ اس طرح یہ اس کاروبار کو بھی غلط کہتی ہے جو انسانیت کے لئے مضر ہوں۔ اسلامی بینکنگ میں ہم قرض نہیں دیتے ہیں بلکہ ایکویٹی فائنسنگ کرتے ہیں۔ شریعت شفاف لین دین اور معاہدوں کی پابند بناتی ہے۔ اس میں کوئی چیز خفیہ نہیں رکھی جاتی۔

سوال: جب کسی کو کاروبار میں منافع نظر نہ آئے تو وہ اپنے شریک کار پر کس طرح نظر رکھے گا؟

جواب: ہمیں اسلامی بانڈز جاری کرنے کے لئے خصوصی انتظام (اسپیشل پرپس وہیکل) کرنا ہوگا۔ شریعت اسلامی بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہتی ہے کہ اس کا اطلاق تمام شریکوں پر ہوگا۔

سوال: کتنے ملکوں میں اسلامی فائنانس کی بنیاد پر بینک کاری ہو رہی ہے اور کتنے بینکوں کے ساتھ، اس سسٹم میں اثاثے کی حالت کیا ہے؟

جواب: اس وقت من جملہ ۳۶ ملکوں میں اسلامی بینکنگ کا نظام چل رہا ہے۔ ان میں برطانیہ، جاپان، کناڈا اور تائیوان شامل ہیں۔ پوری دنیا میں ۱۵۰ بینک اس پر کام کر رہے ہیں۔ اس کے اثاثے کی مجموعی رقم بارہ ٹریلین امریکی ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔

سوال: یہ دور گلوبلائزیشن کا دور ہے، عالمی سطح پر جو بھی مالیاتی نظام موجود ہے وہ باہم مربوط ہے۔ ایسی صورت میں اسلامی بینک تنہا کیسے کام کریں گے؟ اور عالمی مالیاتی نیٹ ورک سے مربوط ہوئے بغیر محفوظ کیسے رہ سکتے ہیں؟

جواب: عالمی مالیاتی بحران دراصل غیر اخلاقی اصولوں پر جاری بینکنگ کا نتیجہ ہے اس نظام میں asset-banked کی بجائے asset-base کے اصول پر لین دین ہوتی ہے۔ جبکہ اسلامی بینکنگ میں ہر طرح کی لین دین نقد/اثاثے کی بنیاد پر ہوتی ہے اور مصنوعات کو اثاثوں کا سہارا ہوتا ہے۔ اس کے اندر خود ہی حفاظت کا نظم موجود ہے۔

سوال: ہندوستان میں اسلامی بینکنگ کو متعارف کرانے میں ہچکچاہٹ کیوں پائی جاتی ہے؟ یا اس میں رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: ہمیں پہلے اس نظام کو چلانے کے لئے ایک شریعہ بورڈ بنانا پڑے گا۔ ریگولیٹری سسٹم، ریٹنگ ایجنسی اور آڈیٹر مقرر کرنے ہوں گے۔ جدید اسلامی بینکنگ کی عمر تیس برس ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ہمارے ملک میں یہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

••

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2090 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

POSTAL REGISTRATION No.

بچوں پر والدین کے تنازعہ کا اثر

سید لیاقت بنوری

ماں باپ کی ناچاقی کی صورت مائیں بچوں کو باپ کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ایسی عورتیں بالآخر نقصان میں رہتی ہیں اور عمر کے آخری حصہ میں وہ اپنے کئے پر پشیمان بھی ہوتی ہیں تاہم جو نقصان ہوچکا ہے اس کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھریلو جھگڑوں اور خاندانی ناچاقیوں میں اولاد اکثر ماں کی ایما پر باپ کے خلاف استعمال ہوتی ہے جو اولاد باپ کے ساتھ نافرمانی کرتی ہے وہ تمام عمر محروم اور محکوم زندگی گزارتی ہے وہ بچے کتنے بدنصیب ہوتے ہیں جن کے باپ ہوکر بھی نہیں ہوتے۔ ماؤں کے بہکاوے میں آکر تمام عمر زندہ باپ کے ہوتے ہوئے یتیم بچوں کی زندگی گزارتے ہیں نہ زندگی بھر سکون پاتے ہیں نہ قرار ملتا ہے۔ باپ کے سائے سے بھی محروم ہوتے ہیں اور رہنمائی وتربیت بھی نہیں پاسکتے۔ نتیجتاً اکثر وبیشتر ناکام ونامراد زندگی گزارتے ہیں۔ ماں کا مقام ومرتبہ مسلم ہے۔ اس سے انکار بھی نہیں مگر باپ کا درجہ بھی کم نہیں اولاد کے لئے صرف ماں افضل نہیں ہوتی بلکہ ان کے لئے دونوں برابر ہوتے ہیں۔ دونوں کی برابر عزت واحترام فرض ہے جو اولاد ماؤں کے ہاتھوں کھلونا بن کر باپ کے مقام ومرتبے سے انحراف کرتی ہے۔ بدتمیزی اور بدکلامی کی مرتکب ہوتی ہے۔ وہ کبھی بھی سکون نہیں پاتی۔ مرد اور عورت میں یہ واضح فرق ہے کہ مرد کے بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات جیسے بھی ہوں وہ اولاد کو ماں کی بے ادبی کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ باپ کی محض موجودگی میں بھی اولاد ماں کی حکم عدولی کی جرأت نہیں کرتی جب کہ دوسری طرف کشیدگی اور ناچاقی کی صورت میں ماں بچوں کے ذہنوں میں باپ کے خلاف زہر بھرنا شروع کردیتی ہے اور بچے جو ماں کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کسی وجہ کے بغیر باپ سے متنفر ہونا شروع ہوجاتے ہیں بعض اوقات مائیں بچوں کو باپ کے خلاف باقاعدہ استعمال کرتی ہیں۔ جس سے بچوں اور باپ کے درمیان کشیدگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ باپ انتہائی مجبور ہوکر اولاد کے ساتھ قطع تعلق کرتے ہوئے اپنی ذات وجائداد سے عاق کردیتے ہیں اس سے زیادہ بدقسمت بچے اور کوئی نہیں ہوسکتے جو اپنے باپ کے

باقی صفحہ ۶ پر

بقیہ: امریکہ اور عالم اسلام کی دوریاں ختم کرنیکی ایک کوشش

تیسرا قدم انہوں نے یہ اٹھایا ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے لئے رچرڈ ہالبروک کو اپنا خصوصی نمائندہ بنایا ہے۔ عراق جس کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ اقتدار سنبھالنے کے ۱۶ ماہ کے اندر وہاں سے امریکی افواج واپس بلالیں گے۔ فی الحال وہ اس بارے میں خاموش ہیں۔ عراق سے متعلق سابقہ حکومت کی پالیسی سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی ہے حالانکہ اقتدار میں آنے سے قبل وہ بھی دیگر امریکی شہریوں کی طرح اس کے پرزور مخالف رہے ہیں اور صدارتی الیکشن میں یہ ان کا نہ صرف اہم انتخابی ایشو تھا بلکہ ان کا اہم وعدہ بھی تھا کہ وہ عراق سے متعلق پالیسی کو بدل دیں گے۔

جہاں تک خلیج گوانتانامو کے قید خانہ کو بند کرنے کا تعلق ہے تو اگرچہ امریکی صدر نے اس کو بند کرنے کے آرڈر پر دستخط کردیا ہے لیکن یورپ نے اس پر جس طرح اعتراض کیا ہے اور اس جلد بازی میں کئے گئے فیصلہ سے تعبیر کیا ہے، کم ازکم مستقبل قریب میں اس کے بند ہونے کا امکان بہت کم نظر آتا ہے۔ مسٹر اوبامہ جس جارج مشیل کو مشرق وسطی کا نمائندہ بنا کر بڑھا چڑھا کر پیش کررہے ہیں اور انہیں قیام امن کے مشن پر بھیج بھی دیا ہے، ان کے بارے میں خطہ کی ایک اہم فریق حماس کا کہنا ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطین سے متعلق امریکہ کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مشیل کے تقرر پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے حماس کے ترجمان اسامہ ہمدان نے صاف صاف کہا کہ فلسطینیوں کے بارے میں اوبامہ کے موقف میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور وہ ویسی ہی غلطیاں دہرائیں گے جیسی ان کے پیش رو رہنماؤں نے کی تھیں۔ واضح رہے کہ مسٹر مشیل اپنے مشن مشرق وسطی کے دوران اسرائیلی اور عرب رہنماؤں سے تو ملیں گے لیکن حماس سے نہیں کیونکہ امریکہ نے اسے دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس تنظیم کے ساتھ کوئی بات چیت ہی نہیں کی جائے گی فلسطین- اسرائیل مسئلے کا حل کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہی غلطی سابق امریکی صدر جارج بش نے کی تھی اور اب مسٹر اوبامہ اسے دہرا رہے ہیں۔ قیام امن اور امن معاہدہ کے نام پر جو زبانی جمع خرچ مسٹر بش نے کیا تھا شاید اوبامہ بھی اس سے زیادہ نہ کریں۔

افغانستان اور پاکستان کے لئے رچرڈ ہالبروک کا تعلق بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ مسٹر اوبامہ نے بش کی پالیسی کو قبول کرلیا۔ ویسے بھی مسٹر اوبامہ بارہا یہ بات کہہ چکے ہیں کہ وہ عراق سے افواج واپس بلاکر افغانستان پر توجہ دیں گے وہاں افواج کی تعداد بڑھائیں گے۔ وہاں مزید افواج کی تعیناتی کی تیاری بھی کی جارہی ہے۔ ہالبروک کے تقرر سے ہی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اوبامہ کی افغانستان اور پاکستانی پالیسی کیسی ہوگی۔ یہ وہی ہالبروک ہیں جنہوں نے مشرقی تیمور میں انڈونیشیا کے باشندوں کے ساتھ صرف اس لئے ناانصافی کی کہ وہ مسلمان تھے۔ بوسنیا میں مسلمانوں کے قتل عام میں اہم رول ادا کیا تھا اور بین الاقوامی عدالت میں جنگی جرائم کے مجرم اعلی بوسنیائی فوجی ذمہ دار روڈان کرارڈ کر کا دفاع کیا تھا۔ جس شخص کی مسلم دشمنی اتنی واضح ہو اس سے افغانستان اور پاکستان کے لوگ خیر کی امید کس طرح کرسکتے ہیں۔ مسٹر اوبامہ نے اسرائیلی جارحیت کی روک تھام سے متعلق ابھی تک کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ حالیہ غزہ کے حملے پر خاموش تھے۔ پہلے بھی وہ اسرائیل کی حمایت کررہے تھے اور اب بھی کررہے ہیں۔ انہوں نے صرف ایران کے بارے میں نئی بات کہی ہے کہ اگر وہ اپنے موقف میں نرمی پیدا کرے تو وہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہیں لیکن ان کی حکومت کی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن اس کے بالکل برعکس موقف رکھتی ہیں۔ غرضیکہ محض فون پر رابطے، دوچار بیانات یا مسلم پس منظر سے یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ اوبامہ کوئی ایسی انقلابی تبدیلی لائیں گے جس سے مسلم ممالک، مسلمانوں اور امریکہ کے درمیان نفرت ودشمنی اور دوری ختم ہوجائے گی۔ کیونکہ امریکہ کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کا امکان بہت کم رہتا ہے۔

●●

بقیہ: مسلمانوں کیخلاف نفرت پھیلا کر کس کو فائدہ پہنچایا جارہا ہے؟

میں ایک کا ذکر ہے؟ ضلع اسپتال میں تلاش کے دوران دہلی کے ایک اسکول کا شناختی کارڈ ملا تھا جس میں نام سمیر لکھا تھا۔ یہ بات اسپتال کے رجسٹرڈ میں درج ہے فرد جرم میں فاروق کے پاس ملے آئی کارڈ میں مہاراشٹر کے انجینئرنگ کالج کا نام درج ہے؟ فرد جرم کے مطابق غازی آباد کے لال کنواں سے نوئیڈا کے سیکٹر ۹۷ تک تعاقب کے دوران راستہ میں ۳۰ سے زیادہ بار گولی باری ہوئی جائے انکاؤنٹر پر ۱۰۰ راؤنڈ گولیاں چلیں مگر اسے ۱۰-۱۵ کھوکھے ہی ملے۔ ۲۰ کلومیٹر کی دوری کا ایک بھی گواہ نہیں، انکاؤنٹر کی جگہ بالکل کھلی ہوئی؟ صرف ماروتی کے ٹائر پر گولی کے نشان کو دہشت گردوں نے کس کی اوٹ لے کر گولیاں چلائیں؟ راستہ میں وجے نگر ٹریفکس چوکی کے پاس بھی گولی چلی جہاں سڑک کے دونوں طرف ہر وقت سیکڑوں ٹرک رہتے ہیں لیکن گواہ ایک بھی نہیں؟

اخبار مذکورہ نے اس روز کی اشاعت میں صفحہ ۶ پر ایک اور خبر میں لکھا ہے ''ممبئی کرائم برانچ کے جوائنٹ کمشنر راکیش ماریا نے یوپی کے اے ڈی جی پی برج لال کے اس دعویٰ کو غلط بتایا کہ نوئیڈا میں مارے گئے مشتبہ دہشت گرد علی احمد اور ممبئی حملوں میں زندہ پکڑے گئے اجمل قصاب ایک ہی گاؤں کے تھے۔ یوپی پولیس کے دوسرے دعوؤں کے بارے میں تو کسی ٹھوس نتیجہ پر جانچ کے بعد ہی پہنچا جاسکتا ہے مگر جو حقائق سامنے آئے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے مجھے نہیں لگتا کہ نوئیڈا میں مارے گئے مشکوک دہشت گردوں کے تار ممبئی کے حملہ آوروں سے جڑے ہوں گے جب کہ یوپی پولیس دعوی کررہی ہے؟

ٹائمز آف انڈیا نے صفحہ اوّل پر اپنی خبر کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا ''اتفاقات کی بات کیجئے دو دہشت گرد جو دہلی میں یوم جمہوریہ پر حملہ کے لئے آئے تھے ایک چائے کی دکان پر ایک ایسے شخص سے راستہ معلوم کرنے کے لئے رُکے جو پولیس کا مخبر تھا جس کا تعلق ایک کانسٹبل سے تھا۔ یہی نہیں ایک اے کے ۴۷ کی نال ان کے بیگ سے باہر نظر آرہی تھی اور گدھ درشٹی رکھنے والے مخبر نے اس کو دیکھ لیا اور اس نے بلاتوقف پولیس کو بتادیا۔

یہ یوپی کے اے ٹی ایس کا بیان ہے۔ صبح صادق سے قبل ہونے والے اس انکاؤنٹر سے متعلق صداقت پر شکوک وشبہات پیدا کرنے والی صرف ایک ہی بات نہیں ہے۔ مبینہ پاکستانی دہشت گردوں کے پاس کوئی سیٹلائٹ فون یا موبائل نہیں تھا حالیہ دنوں میں یہ ایسا پہلا موقع ہے جب حملہ آوروں کے پاس کوئی ذریعہ مواصلات نہیں تھا جس سے وہ باہم رابطہ قائم کرتے یا کسی سے ہدایات حاصل کرتے۔

یہی نہیں اے ٹی ایس اور نوئیڈا پولیس کے اس بارے میں مختلف بیانات ہیں کہ اے ٹی ایس ٹیم نے جنگجوؤں کا تعاقب کہاں سے شروع کیا۔ اے ٹی ایس کا کہنا ہے کہ ان کا پیچھا ایمٹی چیک پوسٹ نوئیڈا سے شروع کیا گیا جو کہ انکاؤنٹر کی جگہ سے چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے لکھنؤ میں پولیس ہیڈکوارٹر کے جنرل ڈائریکٹر کی طرف سے جاری کردہ پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ گاڑی کو ایمٹی پولیس چوکی کے پاس دیکھنے کے بعد اے ٹی ایس والوں نے اس کو روکنے کے لئے اشارہ کیا لیکن ماروتی دائیں سائڈ گھوم گئی اور اس کی اسپیڈ تیز کردی گئی جب کہ انکاؤنٹر کی جگہ چیک پوسٹ سے بائیں جانب ہے۔ آخر یونیفارم میں ملبوس لوگوں نے فائرنگ شروع کردی اور شب خون کامیاب رہا۔ لیکن نوئیڈا پولیس کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں کا جنہوں نے مرنے سے قبل یہ اقبال کیا تھا کہ وہ پاکستان میں تعاقب ۲۵ کلومیٹر دور غازی آباد کے لال کنواں سے شروع کیا گیا تھا جہاں رات کے ڈھائی بجے پولیس کے ایک مخبر نے ویران علاقہ میں ان کو مشکوک حرکتوں کو پہلی بار دیکھا تھا۔ انکاؤنٹر کی جگہ وہی ہے جہاں اس سے پہلے دس ماہ کے دوران دو اور انکاؤنٹر ہوچکے ہیں آخر لگاتار یہ تین انکاؤنٹر اس ویران علاقہ میں ہی کیوں ہوئے؟ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ گاڑی کئی روز سے غازی آباد کے ایلٹ سنٹر کے آس پاس دیکھی جارہی تھی پھر عین یوم جمہوریہ سے پہلی رات میں ہی یہ انکاؤنٹر کیوں کیا گیا؟

ہندی روزنامہ ہندوستان نے ۲۸/ جنوری کے شمارے میں صفحہ اول پر ایک جپسی گاڑی کے اندر کا فوٹو شائع کیا ہے جس میں پانچ نمبر پلیٹ پڑی ہوئی صاف نظر آرہی ہیں۔ معاصر لکھتا ہے یوم جمہوریہ کے عین پہلے دو دہشت گردوں کا انکاؤنٹر اب کچھ نئے اور پہلے سے کہیں زیادہ سنگین سوالات کھڑے کررہا ہے جس جپسی کا انکاؤنٹر میں استعمال کیا گیا اس میں کچھ نمبر پلیٹیں منگل کو بھی پڑی تھیں قابل توجہ ہے کہ مشتبہ دہشت گردوں کی کار کا نمبر پلیٹ بھی جانچ کے بعد فرضی پایا گیا تھا۔

اس بارے میں جب اے ٹی ایس کے اے ایس پی ایچ این سنگھ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کچھ بھی کہنے سے انکار کردیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ سوال پوچھنے کے فوراً بعد جپسی کو سیکٹر ۳۹ کے تھانے سے ہٹادیا گیا۔ اے ٹی ایس کا دعویٰ ہے کہ مڈبھیڑ کے دوران دہشت گردوں نے اے کے ۴۷ سے گولیاں چلائیں۔ اور جپسی کے شیشہ پر نشان بھی ہے لیکن اے کے سیریز کی رائفل سے صرف ایک گولی کا نشان ہے یہ ممکن نہیں اگر شیشہ پر اے کے ۴۷ کی گولیاں لگیں گی تو بڑا حصہ چور چور ہوجائے گا کیونکہ اے کے رائفلوں سے ایک بار میں ہی ۸-۹ گولیاں نکلتی ہیں اور تقریباً ۱۰ میٹر سے مارنے پر گولیاں آس پاس ہی لگیں گی۔ دوسری بات یہ کہ اندر جپسی کی سیٹ وغیرہ پر خون کے نشان تو دور کہیں گولیوں کے نشان بھی نہیں ہیں جب کہ فرد جرم میں اے ٹی ایس نے لکھا ہے کہ مشتبہ دہشت گردوں کے پاس سے دو اے کے ۴۷ ملیں اس میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ مبینہ دہشت گردوں کے پاس کوئی پستول تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ جپسی کے شیشہ پر نشان کس ہتھیار کے ہیں۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

MINISTRY OF HEALTH
SAUDI ARABIA

REQUIRES

● DOCTORS
RESIDENT/SPECIALIST/CONSULTANTS
WITH TWO YEARS EXPERIENCE

● NURSES & TECHNICIANS
GOVT. RECOGNISED DIPLOMA / B.Sc WITH 2 YEARS EXPERIENCE

REVISED PAY SCALE + PERKS (TAX FREE)
DELEGATION IS SCHEDULED TO ARRIVE IN This month

TAYSEER CONSULTANTS PVT. LTD
ATTACHED WITH MINISTRY OF HEALTH FOR THE LAST TWO DECADES

B.O: ZIYAD COURT, 2ND FLOOR,
85, RANGARAJAPURAM MAIN ROAD
KODAMBAKKAM, CHENNAI-600024
PH. 044 – 24722707, 24839710
E-mail- tayseermedical@gmail.com
tayseerconsultants@gmail.com

R.O.302, SARDA CHAMBER KALAKAJI
NEW DELHI - 110 019
PH. 26226722 / 23, 9313905214,9810615052
E-mail- tayseer@ndf.vsnl.net.in
tayseerster@gmail.com

کیا آپ گھریلو انڈسٹری لگانا چاہتے ہیں؟

اُردو میں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کتابوں کا مطالعہ کرکے
اپنی بیکاری دور کریں اور اپنی زندگی میں بہار لائیں

● سوپ وڈیٹرجنٹ انڈسٹریز (Rs.75/-) ● فوڈ پروسیسنگ انڈسٹریز (Rs.75/-)
● ربر وپلاسٹک انڈسٹریز (Rs.95/-) ● کاسمیٹکس انڈسٹریز (Rs.75/-)
● خواتین وروزگار نمبر (Rs.40/-) ● مرغی پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● کامیاب کاروباری نمبر (Rs.20/-) ● صنعت وتجارت سلور جبلی نمبر (Rs.40/-)
● اسپورٹس گڈس نمبر (Rs.15/-) ● بکری پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● چھوٹے پیمانے کی منافع بخش انڈسٹریز حصہ اوّل (Rs.90/-) حصہ دوم (Rs.90/-)

تمام کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر چھ مہینے تک ماہنامہ رہبر صنعت وتجارت مفت پائیے

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24-C, BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

مدھر سندیش سنگم کی اہم کتب

Universal Brotherhood		از: ذاکر نائک	30/-
The Quran & the Bible in the light of Scicne		از: ذاکر نائک	45/-
Answer of the non Muslims common Questions		از: ذاکر نائک	25/-
Similarities Between Hinduism & Islam		از: ذاکر نائک	25/-
The Quran & Modern Scicne		از: ذاکر نائک	20/-
Concept of God		از: ذاکر نائک	15/-
غلط فہمیوں کا نوارن	(ہندی)	از: ذاکر نائک	25/-
غلط فہمیوں کا ازالہ	(اردو)	از: ذاکر نائک	25/-
اسلام میں خواتین کے حقوق جدید یا فرسودہ	(اردو)	از: ذاکر نائک	30/-
قرآنی نصیحتیں	(اردو)	از: ڈاکٹر سید شاہد علی	10/-
اسلام اور انسان سیریز: ۱،	(ہندی)	از: ڈاکٹر سید شاہد علی	10/-
اسلام اور انسان سیریز: ۲،	(ہندی)	از: ڈاکٹر سید شاہد علی	10/-
اسلام اور انسان سیریز: ۳،	(ہندی)	از: ڈاکٹر سید شاہد علی	10/-
اسلام ایک سامانیہ پریچے	(ہندی)	از: شیخ علی طنطاوی	65/-
جیو ہتھیا اور پشو بلی	(ہندی)	از: زین العابدین منصوری	6/-
حضرت محمدؐ اور بھارتیہ دھرم گرنتھ	(ہندی)	از: ڈاکٹر ایم اے شریواستو	15/-
حضرت محمدؐ اور ہندوستانی مذہبی کتابیں	(اردو)	از: ڈاکٹر ایم اے شریواستو	15/-

مفصل فہرست کتب اور اسلامی، اصلاحی ودعوتی کتب کے لئے رابطہ قائم کریں

مدھر سندیش سنگم
E-20 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
فون 26953327، 09212567559 فیکس 23276741

ضرورت رشتہ

انصاری برادری سے متعلق تعلیم M.A. جغرافیہ الہ آباد یونیورسٹی، ادیب کامل پاس، عمر ۲۴ سال، قد ۵ فٹ تین انچ، رنگ صاف خوبصورت اور امور خانہ داری میں ماہر، پابند شریعت لڑکی کے لئے برسرروزگار لڑکے سے رشتہ درکار ہے۔

Mobile: 09415980671
09883345441

ضرورت رشتہ

ایک سنی مسلم صدیقی لڑکی کی عمر ۲۴ سال، رنگ صاف، خوبصورت، نیک سیرت، تعلیم جامعۃ الصالحات رامپور سے عالمہ فاضلہ پاس، علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے (عربک)، امور خانہ داری میں بے حد ماہر، مذہبی رجحان رکھنے والی، صوم وصلوۃ کی پابند، یوپی کے مرکزی علاقہ میں رہائش کے لئے ایک خوبرو، صحت مند، تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان سے رشتہ مطلوب ہے، ڈاکٹر انجینئر اور سرکاری سروس کو ترجیح دی جائے گی۔

براہ راست رابطہ کے لئے موبائل نمبر
09997775551

Financial Help Available for Popularizing Computer Literacy

کمپیوٹر تعلیم عام کرنے کیلئے مالی تعاون

کمپیوٹر تعلیم عوام تک پہنچانے کے لئے Centre for Studies on Science اسکولوں، مدرسوں، غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) اور ایسے متحرک افراد کو قومی سطح پر مالی تعاون فراہم کررہا ہے جو کمپیوٹر لٹریسی کی ہماری قومی مہم میں حصہ دار بننا چاہتے ہیں۔ تعاون کیونکہ محدود ہے اس لئے دلچسپی رکھنے والے افراد یا ادارے جو ملک کے کسی بھی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں فوراً رابطہ قائم کریں۔ Coordinator کے نام پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

CSOS Computer Literacy Initiative
Centre for Studies on Science
Darul Fikr, The Main Road, Iqra Colony, New Sir Syed Nagar,
Aligarh-202002, Ph.: 0571- 2401209, E-mail: shabasar@yahoo.com

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گٹھیا کے درد میں؟

کسی بھی قسم کے درد چوٹ موچ گٹھیا۔ جلنے کٹنے اور بچوں کی مالش میں بہت ہی مفید ہے۔

زعفرانی تیل®

گیسٹک کے درد میں

قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، دردجگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS:
DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1957,
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-238952

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ پاور دھوپ کے

چشمے ہی چشمے

چشمہ ساگر معتبر گنج، شہر اعظم گڑھ، (یوپی)

ترجمہ قرآن مجید
مع مختصر حواشی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبولِ عام شستہ، شگفتہ، بامحاورہ اور عام فہم زبان میں اپنی نوعیت کا منفرد اور عدیم المثال ترجمہ قرآن۔ کسی بھی قسم کی الجھن اور پیچیدگی کے بغیر مفاہیم قرآنی تک قاری کی رہنمائی کرنے والا بے مثل وبے نظیر ترجمہ قرآن، تین زبانوں اور مختلف سائزوں میں:

اُردو
● سائز: ۲۰x۳۰/۸ ● صفحات: ۸۸۸ ہدیہ: Rs.280/-
● سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ ● صفحات: ۱۵۷۶ ہدیہ: Rs.290/-
● سائز: ۲۳x۳۶/۳۲ ● صفحات: ۱۵۷۶ ہدیہ: Rs.140/-

ہندی
● سائز: ۲۰x۳۰/۸ ● صفحات: ۱۲۴۰ ہدیہ: Rs.400/-

انگریزی
● سائز: ۲۰x۳۶/۸ ● صفحات: ۱۴۰۸ ہدیہ: Rs.430/-
● سائز: ۲۳x۳۶/۳۲ ● صفحات: ۱۴۰۸ ہدیہ: Rs.200

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net